ماہنامہ خالد ربوہ

اگست ۱۹۸۵ء

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

مجلس خدام الاحمدیہ انگلستان کے ۲۶ میل مقابلہ پیدل سفر کی
تقریب تقسیمِ انعامات سے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ کا خطاب

(رپورٹ ادارہ ملاحظہ فرمائیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمارہ ۸ — جلد ۳۲
ظہور ۱۳۶۴ ہش — اگست ۱۹۸۵ء

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ
خالد
ربوہ

رجسٹرڈ نمبر
ایل ۵۸۳۰

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

نائب ایڈیٹر
محمود احمد شاد

معاونین
عبدالقدیر قمر
عبدالخالق ناصر
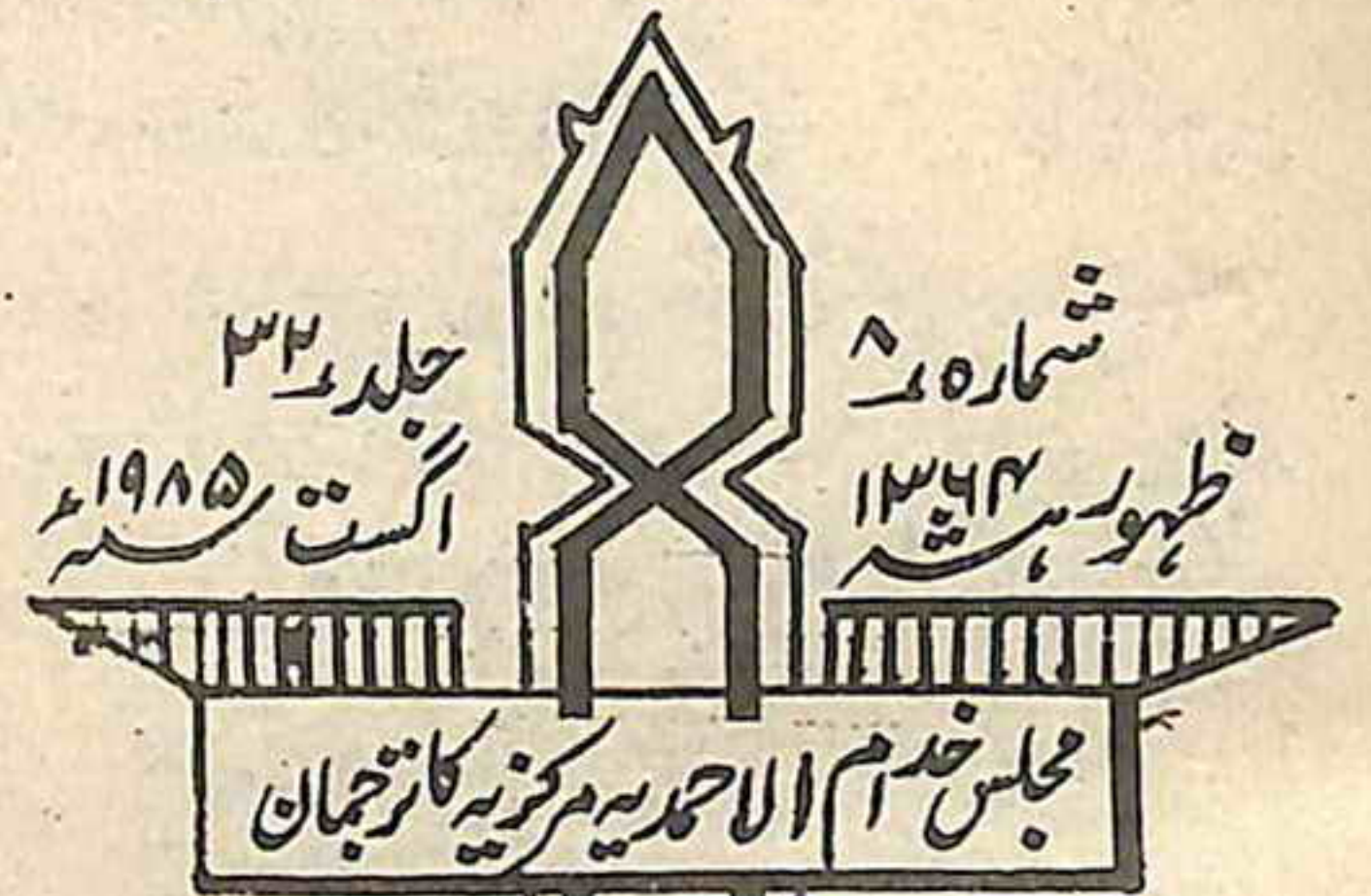
قیمت ماہانہ: ۲/۵۰ روپے سالانہ: ۲۵/ روپے
ممالک بیرون: ۱۵۰/ روپے

پبلشر: مبارک احمد خالد — پرنٹر: سید عبدالحی — مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ — کتابت: محمود انور

اس شمارہ میں

جب بغداد میں فرقہ معتزلہ کو سیاسی اقتدار نصیب ہوا تو انہوں نے اپنے خود ساختہ عقائد کی اشاعت شروع کردی جن کی تبلیغ نہ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اور نہ ہی کبھی آپؐ کے صحابہؓ نے انکی طرف بلایا تھا پھر انہوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور بزور شمشیر عوام النّاس کو وہ عقائد تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔ اپنی جان کِسے پیاری نہیں ہوتی۔ موت کے خوف سے بے شمار لوگ ان کے ہمنوا ہو گئے۔ سوائے اُن چند حق پرست علماء کے جو ضمیر فروشی پر آمادہ نہ ہوئے۔ اور باطل کے سامنے ڈٹ گئے۔ انہی میں سے ایک **حضرت امام احمد بن حنبلؒ** بھی تھے جو ظلم وستم سہتے رہے مگر حق کا پرچم بلند رکھا۔

آخر حاکمِ وقت نے انکو گرفتار کر کے پابجولاں دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ شاہی محل کے دروازے پر پہنچے تو وہاں پر موجود ایک دربان نے آپ سے کہا

خبردار بہادروں کی طرح مقابلہ کرنا اور ہمّت نہ ہارنا۔ میں نے ایک دفعہ چوری کی تھی مجھے ہزارہا تکالیف دی گئیں مگر میں نے اقبالِ جرم نہ کیا اور بالآخر بری کر دیا گیا یاد رکھنا! میں نے باطل پر صبر کیا تم تو حق پر ہو اس لیے تمہیں مجھ سے زیادہ صبر کرنا چاہیئے

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس دربان کی یہ بات میرے دل میں گڑ گئی اور اس نے میرے حوصلوں کو نئی تاب و تواں بخشی اور تاریخ گواہ ہے کہ بے تحاشہ تشدّد اور بھیانک مظالم کا نشانہ بننے کے باوجود حضرت امام احمد بن حنبلؒ صداقت پر جمے رہے اور کوئی طاقت ان کے پائے استقلال میں ذرہ برابر جنبش بھی نہ پیدا کرسکی۔

"آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر ایک جو تمہیں ہاتھ یا زبان سے دکھ دیگا وہ خیال کریگا کہ (دین)..... کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتح مند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر سے باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہ راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا کی لعنت کے ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو اسکا اس نے بار بار مجھے یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ"

(ازالہ اوہام)

چارہ گروں کے غم کا چارا۔ دکھیوں کا امدادی آیا
راہنما بے رہروؤں کا۔ رہبروں کا ہادی آیا
عارف کو عرفان سکھائے۔ متقیوں کو راہ دکھائے
جس کے گیت زبور نے گائے۔ وہ سردار منادی آیا
وہ جسکی رحمت کے سائے یکساں ہر عالم پر چھائے
وہ جس کو اللہ نے خود اپنی رحمت کی ردا دی آیا
صدیوں کے مُردوں کا محی صلِّ علیہ کیف یحیی
فسق و فجور کی ظالم موت سے دلوانے آزادی آیا

شرفِ انسانی کا قیّم صلی اللہ علیہ وسلم

شیریں بول۔ انفاس مطہّر۔ نیک خصال و پاک شمائل
حاملِ فرقاں۔ عالم و عاملِ علم و عمل دونوں میں کامل
جو اسکی سرکار میں پہنچا۔ اس کی یوں پلٹا دی کایا
جیسے کبھی بھی خام نہیں تھا۔ ماں نے جنا تھا گویا کامل
اس کے فیض نگاہ سے وحشی۔ بن گئے حلم سکھانیوالے
مُعطی بن گئے شہرۂ عالم۔ اس عالی دربار کے سائل
نبیوں کا سرتاج۔ ابنائے آدم کا معراج محمّد
ایک ہی جست میں طے کر ڈالے وصل خدا کے ہفت مراحل

ربِّ عظیم کا بندہ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

قدم قدم سچائی

حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبات کا خلاصہ

(۱)

خلاصہ خطبہ عیدالفطر ۲۰ جون ۸۵ء

حضور نے خطبہ میں فرمایا جماعت احمدیہ کی یہ عید انبیاء اور ان کے ساتھیوں کی عید ہے جو ابتلاؤں اور دکھوں میں صبر و استقامت اور استقلال کے جلووں سے پُر ہے۔ تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ مائدہ کی آیات ۱۱۳ تا ۱۱۶ کی تلاوت فرمائی اور ان کا ترجمہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ان آیات کے پیشِ نظر عیسائیت کی تاریخ اولین و آخرین دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اولین والے حصے میں غربت، بے وطنی، بے سرو سامانی، دکھوں اور ابتلاؤں کے ایک لمبے دَور کا پتہ چلتا ہے۔ ابتلاء کے لمبے عرصے کے باوجود وہ خدا کے کلام کی صداقت پر پختہ یقین سے قائم رہے جس کے نتیجہ میں ان پر آسمان سے روحانی مائدہ مسلسل نازل ہوتا رہا اور یہ ان کیلئے عید کے سامان مہیا کرتا رہا۔ مگر ایک دوسری عید ہے جو آخرین کی عید ہے جو آج یورپ اور امریکہ اور دوسرے ممالک میں عیسائی مناتے ہیں یہ گناہوں سے بھرپور اور خدا تعالیٰ سے غافل کرنیوالی عید ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی وعید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کے نتیجہ میں تمہیں ایسا دردناک عذاب دوں گا جو پہلے کسی اور کو نہ دیا ہوگا۔ حضور نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ضمن میں جنگِ عظیم اوّل اور دوم کا ذکر فرمایا اور یہ تنبیہہ فرمائی کہ آئندہ جو عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئیگا وہ انتہائی ہیبت ناک ہو سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا قافلہ دکھوں کی زنجیروں میں بھی بڑھتا چلا جائے گا

حضور نے فرمایا پاکستان سے آنیوالے کئی خطوں میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ہمارے بچے ہم سے پوچھتے ہیں کہ ان صبر آزما حالات میں ہماری عید کیا ہوگی؟ ہم کیسے عید منائیں؟ حضور نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ وہی عید مناؤ جو اولین کی عید ہے

اور اسی پر خوش رہو۔ خدا کا شکر ادا کرو اور اسکی حمد کے ترانے گاؤ۔ وہ عید مناؤ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں نے منائی تھی۔ وہ صبر و رضا کے ساتھ دکھوں کی عید مناتے رہے اور کوئی ناشکری کا کلمہ زبان پر نہ لائے۔ اور جو سبق وہ چھوڑ گئے وہ ہمیشہ قائم رہیں گے اور تاریخ میں روشن رہیں گے۔ حضور نے زور دے کر فرمایا پس میں تم سے کہتا ہوں کہ وہی عید مناؤ جو عبدالقادر، قریشی عبدالرحمٰن، عبدالحمید انعام الرحمٰن، عقیل بن عبدالقادر، عبدالرزاق اور ان کے خاندانوں نے منائی۔ حضور نے فرمایا میری بھانجی جو ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر کی بھی بھانجی ہیں انہوں نے مجھے خط لکھا کہ ممانی صاحبہ یعنی بیوہ ڈاکٹر عقیل اتنے حوصلے میں تھیں کہ اگر دشمن دیکھے تو خود شرمندہ ہو جائے۔ اس نے لکھا کہ ہم بھی ہر قربانی کیلئے تیار ہیں۔ اپنے خاوندوں کو بھی اس راہ میں قربان کرنے کیلئے ہر وقت آمادہ ہیں۔ اسی طرح حضور نے چند اور خطوط کا ذکر فرمایا جو احمدی احباب کی قوتِ ایمانی اور جذبۂ قربانی سے بھرپور تھے۔

ہم اس جنت پر بھی راضی ہیں جو آج ہے اور اس پر بھی راضی ہونگے جو فتح کی جنت ہوگی

ربوہ کے اداس مکینوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ربوہ کے علاوہ دیگر علاقوں کے رہنے والے لوگ مجھے بعض اوقات لکھتے ہیں کہ ہم سوچتے ہیں کہ آپ خطبوں میں اکثر ربوہ کے لوگوں کا ذکر بڑے پیار سے کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ہماری ہی طرح کے لوگ ہیں ہمارا ذکر کیوں نہیں آتا مگر جب ہم نے ربوہ جا کر دیکھا تو واقعی وہ مختلف لوگ نظر آئے۔ ان کے در و دیوار پر اداسی اور خاموشی نظر آئی خانہ ہائے خدا، نماز کے لیے پکار نہ ہونے کی وجہ سے بظاہر خاموش نظر آئے مگر ان کے اندر جھانک کر دیکھا تو ان کو گریہ وزاری کے طوفان سے معمور پایا۔ حضور نے فرمایا پس میں ان بچوں سے کہتا ہوں جو اپنی ماؤں سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیسی عید منائیں۔ کہ ربوہ کے باسیوں کی عید مناؤ، سکھر کے مظلومین کی عید مناؤ، تھرپارکر کے سپوتوں کی عید مناؤ جنہوں نے نہ اپنا سر نگوں ہونے دیا نہ کلمہ کو مٹنے دیا اور نہ احمدیت کا سر نگوں ہونے دیا۔ جو زنجیروں کو چوم چوم کر جیلوں میں گئے اور وہاں کی تاریک فضا کو اپنی عبادت اور نمازوں سے روشن کرتے رہے۔ خیر پور کے ان قیدیوں کی عید مناؤ جو قید ہوئے مگر یہ عہد کیا کہ ہم کلمہ طیبہ کی حفاظت کریں گے۔ اس ضمن میں حضور نے وقفِ جدید کے ابتدائی ثمرات میں سے ایک ثمر مکرم نثار احمد صاحب ہورانی کا ذکر کیا۔ جو پہلے ہندو تھے مگر احمدیت کے ذریعے شرک کی لعنت سے چھٹکارا حاصل

کر کے توحیدِ خداوندی اور رسالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار کرنیوالے بن گئے۔ انہوں نے اپنے خط میں کلمہ کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں اٹھانے کا بڑے لذّت انگیز رنگ میں ذکر کیا تھا۔

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی تقدیر جب بھی نازل ہو مگر ہم ان حالات سے راضی ہیں اور کبھی ناشکری کا کلمہ زبان پر نہیں لائیں گے۔ یہ کارواں تو آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا حضور نے احمدیت کے کارواں کی ترقی کا ذکر ایک نہایت خوبصورت شاعرانہ مثال کے ذریعے فرمایا حضور نے فرمایا۔ احمدیت کے کارواں کی کیفیت تو دجلہ کی یاد میں کہے گئے ان شعروں میں بیان کی جاسکتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ دجلہ عجیب ہے کہ لہروں میں جکڑا ہوا بھی آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔ اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور دیکھنے والا اسے دیوانہ ہی سمجھتا ہے۔ پس جماعت احمدیہ کا قافلہ ایک ایسا قافلہ ہے جو دکھوں اور غموں کی زنجیروں میں بھی آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا ہے اور بڑھتا چلا جائے گا انشاءاللہ۔ حضور نے فرمایا مگر میں ان نوجوانوں کو کہتا ہوں کہ صبر اور توکل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو اور اس قافلہ سے اس کے گُر سیکھو اور غیر اللہ کے سامنے کبھی سر نہ جھکاؤ تم بھی بعض راتوں کی دعاؤں کی طرح میرے ساتھ مل کر خدا سے یہ عرض کرو کہ

کہاں تک اب ان پہاڑ راتوں کو تیشۂ بیکسی سے کاٹوں
مری محبت کے خواب آجا غم جدائی کو خواب کر دے

اے اللہ!

یہ اندھیری راتیں تیشۂ بے کسی سے کاٹتے کاٹتے بعض دفعہ دل ہاتھ سے نکلتا ہے تو ہی ہے جو صبر عطا فرمائے۔ اے خدا اب ان آزمائشوں کو ختم فرما دے اور محبت کے خواب بن کے آجا اور ان دکھوں کی راتوں کو خواب بنا دے نہیں! نہیں!! اے ہمارے آقا صبح کا سورج بن کے طلوع ہو جس کی روشنی سے تمام اندھیرے اور تمام ظلمتیں باطل اور زائل ہو جائیں۔ اے ہمارے آقا! تو چاند بن کر آ اور ہم پر طلوع فرما جس کی محبت کی ٹھنڈی چاندنی ہمارے دلوں کو تسکین بخشے۔ وہی ہماری جنت ہے۔ ہم اس جنت میں بھی راضی ہیں جو تو ہمیں آج عطا فرما رہا ہے اس جنت میں بھی راضی ہوں گے جو صبحِ نصر کی جنت ہوگی جو صبحِ ظفر کی جنت ہوگی۔ پس اے اللہ اے ہمارے آقا ہماری ان قربانیوں کو قبول فرما ہمیں اپنی محبت کی عید عطا فرما اس سے بہتر کوئی عید نہیں جو ہمیں مرغوب ہے۔

اس کے بعد دعا ہوئی دعا کے بعد حضور نے فرمایا کہ ساہی وال کے مظلومین کا ذکر رہ گیا تھا دعائیں تو مجھے وہ یاد آگئے تھے کیونکہ اجتماعی دعا میں اور امام کی دعا میں باقی سب کی دعائیں بھی شامل ہوتی ہیں اور سب کی دعاؤں میں امام کی دعا شامل ہوتی ہے اسلئے آپ لوگوں کی طرف سے بھی وہ یاد رکھے گئے

لیکن آئندہ آپ لوگ ساہیوال کے مظلومین کو بھی اپنے طور پر اپنی انفرادی دعاؤں میں بھی یاد رکھیں۔

۲

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۱ جون ۸۵ء

قوم کیلئے خدا سے ہمیشہ خیر کے طالب ہوں

حضور نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونیوالے قہری نشانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان ہلاکت خیز نشانات سے قوم کو بچ جانے کی دعا کرنی چاہیئے اور عذاب آنے کی امید لگا کر نہ بیٹھ رہنا چاہیئے حضور نے FRIDAY THE 10TH کے کشف کا ذکر فرمایا اور اسکے پورا ہونے کے بارے میں بعض تفاصیل بیان فرمائیں نیز فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشان بار بار ظاہر ہوگا

حضور نے فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے خدا تعالیٰ کے آئندہ نشانوں اور تجلیات کی ابتداء ہو چکی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اس ضمن میں عذاب کی امید رکھنا اور اس کے آنے کی خواہش رکھنا درست نہیں ہے بلکہ حضرت بانی سلسلہ کا طریق تو یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ آپکو آپکے کسی شدید معاند کی ہلاکت کی خبر دیتا تو آپ کے رفقاء اس پیش گوئی کے پورا ہونے کی دعائیں شروع کر دیتے تھے۔ مگر حضرت بانی سلسلہ ساری ساری رات یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ اس شخص کو بچا لے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ ؎

جو خبر دی وحیٔ حق نے اس سے دل بیتاب ہے

اس لیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نشان دکھائے مگر ساتھ ہی قوم کو ہدایت نصیب کرے اور دکھوں ہلاکت اور تباہی سے بچائے۔

اللہ کی رحمت کا نشان مانگیں کہ قوم کو ہدایت نصیب ہو

حضور نے فرمایا میں جماعت کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ قوم کیلئے بُرا نہ چاہیں۔ ہم بھی تو گنہگار ہیں اور خدا تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل بھی تو نہیں کر سکتے۔ اس لیے جب ہم اپنے لئے بُرا نہیں چاہتے تو دوسروں کیلئے کیوں چاہیں پس نشان ضرور چاہیں مگر خدا تعالیٰ کی رحمت کا جو ہدایت کا موجب بنے۔ میری تو یہی تمنا ہے اور آپ سے بھی میں یہی چاہتا ہوں

۳

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۸ جون ۸۵ء

حضور نے اس عظیم تاریخی اور مذہبی حقیقت پر روشنی ڈالی کہ تاریخ اپنے آپکو دوہراتی ہے

مذاہب کی تاریخ آج بھی خود کو دوہرا رہی ہے

حضور نے اپنے خطبہ میں سورۃ الکہف
کی آیات
۵۵ تا ۵۹
تلاوت فرمائیں
ان آیات کے مطالب کی وضاحت
کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہا جاتا ہے کہ تاریخ
اپنے آپکو دوہراتی ہے۔ دنیا کی تاریخ پر تو یہ
بات شاید سو فیصدی پوری نہ اترتی ہو لیکن مذہبی
تاریخ جس کا قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے ضرور
اپنے آپکو دوہراتی ہے اور جس تاریخ کا ان
آیات میں ذکر ہے دردناک بھی ہے اور المناک
بھی لیکن ساتھ ہی ساتھ ان آیات میں خدا کے
پیاروں کے لیے خوشخبریاں بھی موجود ہیں۔ مذکورہ
بالا آیات کا ترجمہ بیان کرنے کے بعد ان کی تفسیر
فرمائی۔ حضور نے اللہ تعالیٰ کی ایک قدیمی سنّت
کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چونکہ مغفرت
کرنے والا ہے اور رحمت کرنیوالا ہے اسی لیے
وہ عذاب کو جلدی نازل نہیں کرتا جس کی وجہ سے
بعض لوگ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ
منکرین کو کیوں نہیں پکڑتا حالانکہ وہ خدا کے
پیارے بندوں کو دکھ دیتے ہیں اور انہیں غلیظ
گالیاں دیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اس کی وجہ
یہ ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں ڈھیل دیتا ہے تاکہ
وہ باز آجائیں لیکن ان کا ایک دن بہرحال مقرر
ہے۔ اگر وہ باز نہ آئے تو وہ عذاب میں مبتلا
ہو جائیں گے۔ حضور نے فرمایا یہ وہ تاریخ ہے
جو آج دوہرائی جارہی ہے۔ حضور نے سورۃ
انعام کی آیت ۹۲ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے
فرمایا کہ قرآن کریم اہل کتاب سے کہتا
ہے کہ ایک کتاب کے
ہوتے ہوئے بھی تم بٹ گئے ہو اور ہر فرقے
نے اپنے لیے بعض آیات اور باتیں گویا مخصوص
کر لی ہیں اور باقی آیات کو اس طرح بھلا دیا ہے
جیسے وہ اللہ کی کتاب میں موجود ہی نہیں۔ اللہ
کی کتاب کو ٹکڑے کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود
بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں حضور نے فرمایا۔
تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا میں انکی ایک
اور کجی کو ظاہر کیا گیا ہے کہ بعض حصّوں کو تو وہ
ظاہر کر دیتے ہیں مگر اس کے اکثر حصّہ کو چھپا
لیتے ہیں جو تھوڑا سا حصّہ اپنے مطلب کا نظر
آیا اسے لے لیا اور اس کا اظہار کر دیا مگر جو
ناپسند ہو اس کو چھپا دیا۔ حضور نے اس اصول
کی متعدد مثالیں بیان فرمائیں اور فرمایا کہ ان کو
اکٹھا کیا جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ جو حرکتیں
پہلی قوموں سے سرزد ہوئیں وہی آج حق کے
مخالفوں سے سرزد ہو رہی ہیں۔ اور یہ تاریخ کا
ایک ایسا پہلو ہے جو ہمیشہ اسی طرح چلتا آیا ہے

اور اس طرح سے کئی بار ظاہر ہو چکا ہے
اس ضمن میں ماضی اور حال کی تاریخ کی مماثلت
بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا احباب جماعت
کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ میں اس لئے
بیان کر رہا ہوں کہ ان کے ایمان کو مزید تقویت
پہنچے۔ ہم ایک ایسے دَور سے گزر رہے ہیں۔
جس میں ہماری دلیلیں عملی طور پر پوری ہوتی
نظر آ رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا قرآن کے
مطالعہ کے نتیجہ میں یہ ساری باتیں واضح ہوتی
چلی جا رہی ہیں اور اب احمدیوں کو بدلنے کی
ضرورت نہیں رہی۔ ہم پر جتنے اعتراض ہیں وہ
سب وہی ہیں جو ماضی میں انبیاء کی جماعتوں پر
مخالفین کرتے چلے آئے ہیں۔ اس لحاظ سے
قرآن کریم میں حق کے مخالفین کی پوری تصویر
واضح طور پر دکھائی دے رہی ہے۔ اسی طرح
سے جماعت احمدیہ کی جو تصویر بن رہی ہے وہ بھی
قرآن کریم کی رُو سے واضح ہے حضور نے فرمایا
اس پہلو کا ذکر میں آئندہ خطبہ میں کروں گا۔

۴

خلاصہ خطبہ جمعہ ۵ رجولائی ۸۵ء

حضور نے سورۃ مائدہ کی آیت ۶۰
کی تفسیر فرماتے ہوئے بتایا کہ قرآن کریم ایسی
عظیم الشان کتاب ہے جس
میں گزشتہ
قوموں
کے ابرار و اشرار کی
تاریخ کو بڑے احسن طریق پر
محفوظ کیا گیا ہے۔ ہر آئندہ آنیوالی
قوم اس میں اپنی صورت دیکھ سکتی ہے حضور
نے فرمایا کہ یہ تو ہر زمانہ میں ہوتا آیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ پر ایمان لانیوالوں پر یا اپنے وقت
کے ماموریں پر ایمان لانے کی وجہ سے مومنوں
پر ابتلاء آئے لیکن یہ کہ گزشتہ نبیوں کی کتابوں
پر ایمان لانے سے کسی پر ابتلاء آیا ہو ایسا کوئی
واقعہ پہلے نہیں ہوا۔ اور قرآن کریم کے نزول
کے وقت بھی ایسی بات کوئی نہیں تھی کہ مخالفوں
نے یہ کہا ہو کہ چونکہ تم ہماری کتابوں پر ایمان
لائے ہو اس لیے ہم تمہاری مخالفت کرتے
ہیں۔ اس لیے سوال پیدا
ہوتا ہے کہ قرآن
کریم نے یہ کیا
بات کہی ہے کہ
هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّا
کہ تم اس وجہ سے ہم سے انتقام لیتے
ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور
ان پر نازل ہونیوالی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں
حضور نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔
دراصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں تو قیامت
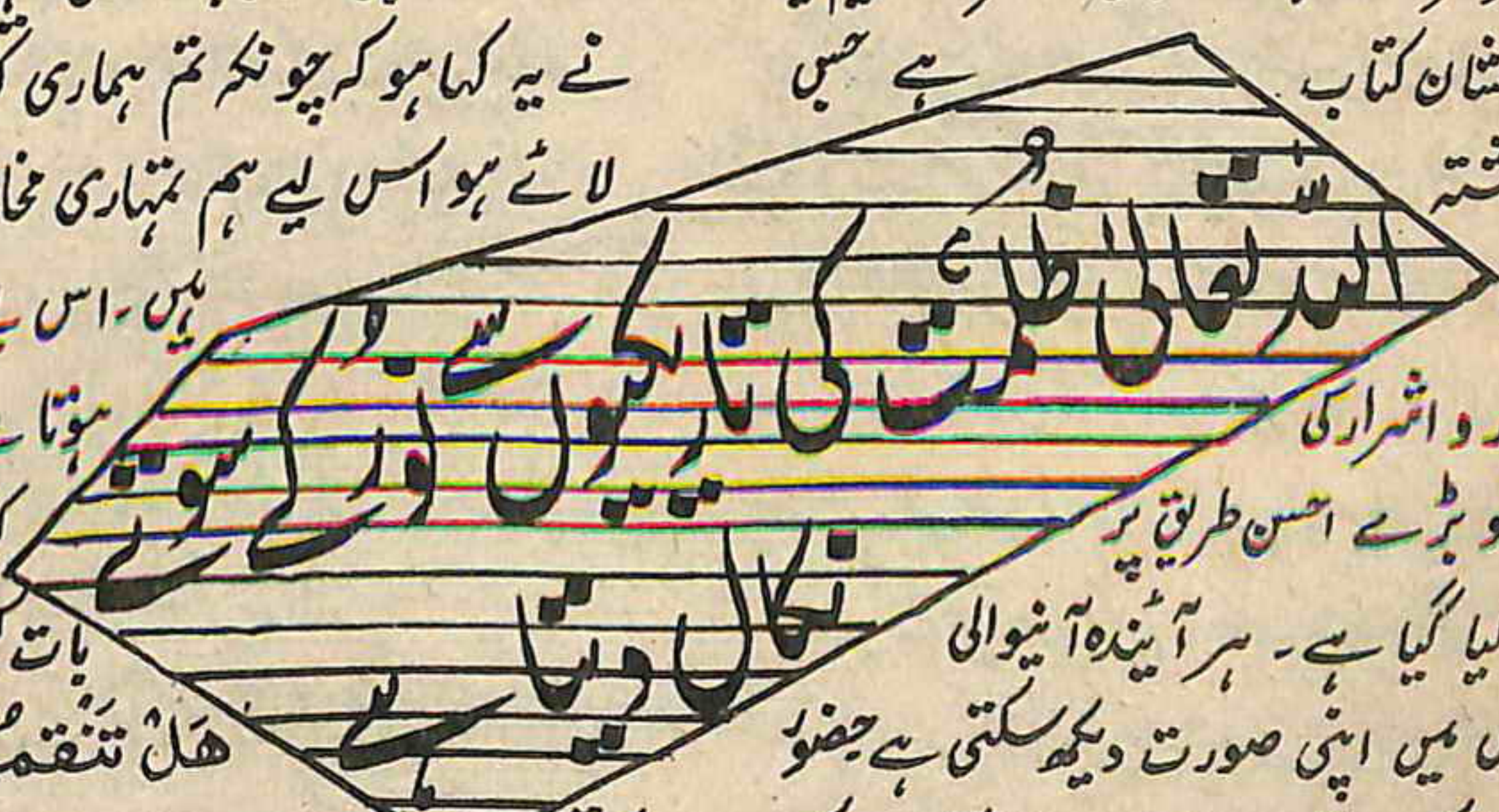
تک کی تاریخ کو محفوظ کیا گیا ہے اور قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی زمانہ ہے پس آنحضرتؐ کے اوّل زمانہ میں یہ اعتراض اٹھایا نہیں جا سکتا تھا تو یقیناً قیامت تک ایسے لوگوں کا پیدا ہونا ضروری تھا جو یہ اعتراض کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل زمانہ میں تو یہ معاملہ تھا کہ مخالفین کے عقائد میں اگر تبدیلی کی جاتی تو اس پر انہیں غصہ آتا تھا مثلاً قرآن کریم نے قبلہ کی تبدیلی کا ذکر فرمایا ہے کہ اہلِ کتاب نے اس پر غصہ کا اظہار کیا اس وقت انہوں نے مذہب پر اپنی اجارہ داری قائم نہیں کی تھی۔ حضور نے جماعت احمدیہ پر ہونیوالے اعتراضات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تاریخ صرف آج کے لوگ بنا رہے ہیں جو یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ احمدی اس پر کیوں ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اترا ہے پس ہم خوش قسمت ہیں کہ یہ بات ہم پر پوری ہو رہی جو اس آیت هل تنقمون منا میں بیان ہوئی ہے۔

حضور نے ربوہ کا نام تبدیل کرنے کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کو یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا اور مقدس نام جو قرآن کریم میں بڑے پیار سے اللہ تعالیٰ نے درج فرمایا ہے وہ آج دنیا میں ہر قسم کی بدکاری کے مرتکب لوگوں نے بھی اپنا رکھا ہے۔

حضور نے مخالفت کی آگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ حضرت بانیٔ سلسلہ نے فرمایا کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے اور احمدیوں نے تو اپنی زندگی میں کئی مرتبہ اس آگ کو گلزار بنتے دیکھا ہے۔

حضور نے سورۃ شعراء کی آیت ۵۳ تا ۵۷ کا ترجمہ اور تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم ایک ایسا عظیم الشان کلام ہے کہ ہر زمانہ کی تاریخ کو محفوظ کرتا چلا آ رہا ہے۔ حضور نے فرمایا ہماری مخالفت سے کئی لوگوں کا رزق وابستہ ہے اور اسی مالی لالچ کی وجہ سے بہت سے مخالف ہماری صداقت کے قائل ہونے کے باوجود احمدیت کو قبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں حضور نے فرمایا ہم تو وہ ہیں جو کبھی نہیں مٹ سکتے۔ کسی شاعر نے کہا تھا ؎

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کہ ہمارے نقوش تو جریدۂ عالم پر ثبت ہیں مگر ہم تو وہ ہیں جن کے نقوش جریدۂ قرآن پر نقش ہیں پس قرآن کے نقوش کون مٹا سکتا ہے۔

حضور نے فرمایا آئمۃ التکذیب کی بات اور ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہیں بدلیں گے اس لیے ان کی تقدیر بھی نہیں بدلیگی مگر دوسرے جن کو حقیقت حال کا علم نہیں ان کے بارہ میں کبھی بُرا نہ چاہیں اور اپنی دعاؤں میں انکو

نہ بھولیں بظاہر تو ہر طرف ظلمت ہی ظلمت نظر آتی ہے مگر اللہ تعالیٰ تو نور کا خدا بھی ہے اور تاریکیوں سے بھی نور کے سوتے نکال سکتا ہے انہیں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوا کرتے ہیں جو اپنے ظالم آباؤ اجداد کے رویہ کو ناپسند کرتے ہیں وہ اندھیروں سے نور کی طرف حرکت کر کے نکل آتے ہیں اور جن پر ان کے والدین لعنتیں بھیجا کرتے تھے ان پر وہ رحمتیں بھیجتے نہیں تھکتے اور روتے ہوئے، دن کو بھی اور رات کو بھی رحمتیں بھیجتے ہیں۔ یہ تقدیر ہے قوموں کی جو ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی۔

حضور نے فرمایا خدا کرے اور ہماری دعا یہی ہے کہ وہ جو خدا کی نظر میں لعنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں وہ بہت ہی تھوڑے ہوں اللہ کی ہدایت کا نور جلدی پھوٹے اور جلدی وہ دن ظاہر ہو جو ہمارے لیے بشاشتوں کا دن ہوگا اور خوشخبریوں کا دن ہوگا وہ دن ظفر اور نصرت کا دن ہوگا اور تسبیح کا دن ہوگا۔ اور حمد کا دن ہوگا۔ وہ دن ہماری بڑائی کا دن نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور آپؐ کی بڑائی کا دن ہوگا۔ انشاء اللہ۔

"مجھ کو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار"

مجلس ربوہ اور عید الفطر

حضور کی اس تحریک پر کہ عید کے موقع پر اپنے غریب بھائیوں کو تحائف دیئے جائیں مجلس ربوہ نے بہت احسن رنگ میں لبیک کہنے کی توفیق پائی موصولہ اعداد و شمار کے مطابق مندرجہ ذیل اشیاء ربوہ کے خدام نے اپنے نادار بھائیوں کو تحائف کے طور پر پہنچائیں۔

- نقد ۴۹۳۳/- روپے
- چاول ۱۱۸ کلو
- سویاں ۱۱۷ "
- چینی ۹۴ "
- مٹھائی ۳۲ "
- آٹا ۲۰ "
- گھی ۱۶ "
- گوشت ۱۰ "
- پھل ۹ "

ان کے علاوہ بہت سی متفرق اشیاء کا ذکر اس فہرست میں نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ مجلس ربوہ کو اپنے بیشمار فضلوں سے نوازے۔ دوسری مجالس بھی اپنی کارکردگی کی رپورٹیں اشاعت کیلئے ارسال کریں۔

مٹ جاؤں میں تو اسکی پرواہ نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو

حضرت امام جماعت احمدیہ کی لندن میں مصروفیات

۸ جون تا ۱۴ جون ۸۵ء

درس القرآن

ابتداء رمضان سے ہی ہر ہفتہ اور اتوار کو حضرت امام جماعت احمدیہ بوقت شام قبل از افطار سورۃ فاتحہ کا درس دیتے رہے ہیں۔ عرصہ زیر رپورٹ میں حضور نے آیت کریمہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی انتہائی شرح و بسط کیساتھ بصیرت افروز تفسیر فرمائی۔ جس میں عبودیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے نہایت عارفانہ مطالب کا خزانہ کھولا۔ اس درس میں تقریباً ۳۵۰ افراد (بشمول مستورات) لندن و بیرون لندن سے شامل ہوتے رہے۔ درس کے بعد تمام احباب جماعت کی افطاری اور کھانے کا اعلیٰ انتظام تھا

ملاقاتیں

حضور نے اس ہفتہ میں برطانیہ، پاکستان، ماریشس غانا، کینیڈا، جرمنی، امریکہ اور دیگر ممالک سے آنے والے تقریباً ایک ہزار افراد سے ملاقات فرمائی ان ملاقاتوں میں احباب جماعت نے اپنے ذاتی مسائل نیز کاروباری اور نجی پروگراموں و رشتہ ناطہ کے بارہ میں حضور سے مشورے حاصل کیے۔ اسی طرح طبی امور کے بارہ میں بھی حضور نے احباب کو مشورے دیئے ہومیو پیتھک نسخہ جات مرحمت فرمائے اور بعض کو ادویہ بھی مہیا کی گئیں۔ حضور نے بعض امور کے سلسلہ میں اندرون ملک اور بیرون ملک کے متعدد احباب سے ٹیلیفون پر بھی رابطہ فرمایا۔

دفتری ملاقاتوں میں جماعت کی روز افزوں ترقی کے پیش نظر (دعوت الی اللہ) تربیتی اور انتظامی پروگراموں کے بارہ میں غور ہوا اور حضور نے ہدایات جاری فرمائیں۔ اس طرح اشاعت قرآن اور کتب کے سلسلہ میں قرآن کریم اور دیگر کتب کے مختلف زبانوں میں تراجم اور کتب کی طباعت اور اشاعت کی پیش رفت کا جائزہ لیا اور مزید ہدایات صادر فرمائیں نیز علمی موضوعات پر حوالہ جات اور تحقیق کیلئے بھی ارشادات فرمائے۔

خطوط

اس ہفتہ خطوط کی آمد سوا سو سے زائد رہی۔ جن کے مطالعہ کے بعد ضروری امور کے بارہ میں مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایات سے نوازنیز ان خطوں کے جواب حضور کے دستخطوں سے ارسال کئے گئے۔ علاوہ ازیں اس

ہفتہ میں ۱۵۰ خطوط کو ملاحظہ فرمایا اور ان پر فیصلہ جات صادر فرمائے ۔

(۱۵ر جون تا ۲۱ر جون ۱۹۸۵ء)

درس القرآن : دوران ہفتہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۵ر اور ۱۶ر جون یعنی ہفتہ اور اتوار کو سورۃ فاتحہ کی آخری آیات (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) تا آخر کا درس دیا اور ۱۹ر جون بروز بدھ قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کا درس دیا اور درس کی اختتامی دعا کرائی

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اس سے مراد صرف یہ نہیں کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا بلکہ ایسا راستہ بھی مراد ہے جس پر قائم رہنے کے لئے محنت اور کوشش درکار ہے ۔ کیونکہ مستقیم کا لفظ استقامت سے نکلا ہے جس کے معنوں میں محنت اور کوشش کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے ۔ اس راہ پر قائم رہنے کیلئے ہمیں ایسے اشخاص کی بھی ضرورت ہے جو اس راستہ کو سیدھا رکھیں اور اس میں کجی نہ آنے دیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ساتھ آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں قَيِّمًا اور لَا عِوَجَ لَهٗ کے الفاظ استعمال کیے ہیں

حضور نے فرمایا

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

میں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا چونکہ راستہ کے ٹیڑھے ہو جانے کے امکانات ہر وقت موجود تھے اس لیے یہ دعا سکھائی کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا ان لوگوں کی مدد کے ساتھ جن پر تیرے انعامات ہوئے

اس ضمن میں ایک اور آیت سے استنباط کرتے ہوئے حضور نے فرمایا آیت قرآنی

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا میں بھی یہی اشارہ ہے کہ صرف ربنا اللہ کہنا کافی نہیں اس کے ساتھ مستقیم ہونا بھی ضروری ہے اور مستقیم صرف راستہ کی ہی صفت اور خاصیت نہیں بلکہ ان کی بھی خاصیت ہے جو اس پر چلتے ہیں

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا تعلق اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے بیان کرتے ہوئے فرمایا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ہی استقامت طلب کرو ۔ جس کا ایک ذریعہ تجدید اور خلافت ہے ۔ تجدید آکر جانیوالی چیز ہے جبکہ خلافت میں استقلال ہے ۔ راستہ کو سیدھا رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی نعمت قائم کی تا یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ کو سیدھا رکھیں اور اس میں کجی نہ آنے دیں ۔ ان آیات کا سورۃ فاتحہ کی پہلی آیات

سے تعلق جوڑتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف انسانوں کا خدا نہیں بلکہ ربّ العالمین ہے۔ ان تمام چیزوں کا جو اس نے پیدا کی ہیں وہ ربّ ہے۔ اسی طرح دنیا کی تمام چیزیں ربوبیّت، رحمانیّت، رحیمیّت اور مالکیت کی صفت کے تحت پیدا کی گئی ہیں۔ اور پھر سب انسانوں کی خدمت میں لگا دی گئی ہیں اس طرح ایک لحاظ سے انسان زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا مالک ہو گیا۔ جب وہ خود اللہ کا عبد ہے اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ انسان ان چیزوں کا استعمال کس طرح کرتا ہے۔

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

حضور نے فرمایا

ھدایہ کے معنی تحفہ کے بھی ہیں۔ دنیا میں خدا نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ انسان کے لیے بطور تحفہ ہے۔ یہاں یہ دعا سکھائی کہ ہمیں ہدایت بھی بطور تحفہ عطا کر۔ اسی طرح ہدایت کے ایک معنی ہدی الی البیت کے بھی ہیں جیسے کوئی گھر کا رستہ بھول گیا ہو اور وہ اس کے راستے کی تلاش میں ہو۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہو اس کو بھی ضال کہتے ہیں۔ اسی ضمن میں حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے حسن کے بارہ میں احادیث سے نہایت پیارے نمونے پیش فرمائے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے معمور نہایت بصیرت افروز تفسیر بیان فرمائی صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے بارہ میں فرمایا کہ اس میں وہ تمام دنیاوی نعماء بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے پیدا کی ہیں۔

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً اور دنیا کی راہ نمائی کیلئے اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت بھی شامل ہے۔ سو ایسی تعلیمات جو انسان کو اعلیٰ درجات کی طرف لے جاتی ہیں وہ انعام کے دائرہ میں آتی ہیں اللہ تعالیٰ کے انبیاء ان نعمتوں کو حاصل کرنیوالے ہوتے ہیں۔ ان میں سے سب سے افضل اور ارفع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے

حضور نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو انعامات اپنے بندوں کو عطا کیے ان کو روکنے والا کوئی نہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ

ایسے لوگ جو دوسروں کو ان نعمتوں سے محروم کرتے ہیں وہ مغضوب علیہم ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے اور وہ جنگوں اور مصیبتوں اور دیگر ذرائع سے سزا پاتے ہیں اور ایسے لوگ جو دوسروں کو ان کے مذہبی حقوق سے محروم کرتے ہیں وہ مغضوب اور ضالین ہیں۔

رمضان المبارک کی ۳۰ تاریخ کو حضور نے قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کی تفسیر بیان فرمائی۔

سورۃ الاخلاص : اس سورۃ میں "احد" کے لفظ سے خدا تعالیٰ کی توحید کے عظیم الشان بیان اور شرک کی کلیتہً نفی کے انداز کو واضح فرمایا۔

سورۃ الفلق : حضور نے فرمایا۔ کہ یہ سورۃ اخلاص اور سورۃ النّاس کے درمیان ہے۔ اس کا ایک حصّہ سورۃ اخلاص سے اور دوسرا حصّہ سورۃ النّاس سے جڑا ہوا ہے۔ ربّ الفلق کے معنے LORD OF THE DAWN۔ کے ہیں۔ فلق کے معنی دو چیزوں کو پھاڑنے اور علیحدہ کرنے اور ایک نئی زندگی عطا کرنے کے ہیں۔ جیسے فرمایا: ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقاً ففتقنٰھما یعنی ان میں زندگی پیدا کی چونکہ تخلیق کے ساتھ خطرات بھی ہوتے ہیں اسلیئے ان کے منفی پہلوؤں سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی۔

حضور نے ایک لطیف نکتہ یہ بیان فرمایا کہ سورۃ فاتحہ میں بیان کی گئی چار صفات کا تعلق سورۃ فلق کی چار آیات سے ہے۔ ربّ العالمین کا جوڑ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ سے ہے جبکہ الرَّحْمٰن کا تعلق مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ سے ہے اور الرَّحِیْم اور مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن کا جوڑ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ اور وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ سے ہے۔

سورۃ النّاس : اس میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات ربّ النّاس، ملک النّاس اور الٰہ النّاس۔ کا ذکر ہے۔ اس میں یہ پیشگوئی تھی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب دنیا تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیگی ایک وہ جو خدا تعالیٰ کو ربّ نہیں سمجھیں گے اور کہیں گے کہ اللہ کی عبادت بیشک کرو لیکن معاشیات کے معاملات میں لینن اور اینجلز کو اپناؤ گویا انہوں نے ربوبیت کا خاتمہ کر دیا۔

ایک وہ جو کہیں گے کہ اللہ کو ضرور مانو لیکن قوانین اور ملوکیّت لوگوں کا حصّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس سے کچھ تعلق نہیں۔

تیسرے وہ جو اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے نظام ہائے زندگی کی بھی عبادت کی حد تک پیروی کرتے ہیں اس کے بعد آیت مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاس کی تفسیر میں فرمایا کہ اس میں دنیا کی آئندہ تباہیوں کی پیشگوئی ہے اور انسانیت کو پیش آنیوالے آئندہ حالات کا ذکر ہے۔

نوٹ : حضور نے یہ تمام درس انگریزی میں دیئے۔

رمضان المبارک کی اختتامی دعا:

۱۹ر احسان / ۳۰ر رمضان کو قرآن کریم کے آخری تین سورتوں کے درس کے بعد حضور نے فرمایا کہ دنیا کے بہت سے ملکوں سے رپورٹ ملی ہے کہ انہوں نے تحریک جدید کے وعدے پورے کر دیئے ہیں ان ملکوں کی تعداد ۱۷ ہے پاکستان سے ابھی اعداد و شمار نہیں ملے — وقف جدید والوں نے بھی کہا ہے کہ جنہوں نے وعدے پورے کئے ان کے لیے دعا کی جائے۔

حضور نے مزید فرمایا کہ دعا کیلئے صدر انجمن احمدیہ کے اداروں، انصار اللہ کے کارکنان خدام الاحمدیہ کے کارکنان اور دیگر اداروں کیلئے بھی دعا کی جائے۔ پاکستان کے احمدیوں کیلئے خصوصی دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ پاکستان کے احمدیوں کیلئے خصوصی دعائیں کریں جو بہت مشکلات میں ہیں۔ ان کی تکالیف کا آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے نیز بیماروں کیلئے، ایسے والدین کیلئے جنہیں اپنی بچیوں کی شادیاں کرنے میں مشکلات درپیش ہیں، مقروض لوگ، گھریلو ناچاقی اور حادثات میں مبتلا لوگ، معذور بچے، ایسے لوگ جن پر مقدمات ہیں اور جنہیں بے قصور جیل میں ڈال دیا گیا ہے اور احمدیت کی خاطر جان قربان کرنے والوں کے یتیم بچوں کیلئے بھی دعا کریں اس کے بعد گریہ وزاری اور آہ و بکا کے ساتھ طویل دعا ہوئی

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اس دعا میں تقریباً ساڑھے تین صد احباب جماعت (مرد و زن) شامل ہوئے دعا کے بعد افطاری اور کھانے کا بھی انتظام کیا گیا تھا

ملاقاتیں: حضور نے عرصہ زیر رپورٹ میں برطانیہ، پاکستان، ایران، گھانا، کینیا اور ممالک مشرقِ وسطیٰ سے آنیوالے تقریباً ۷ افراد کو شرفِ ملاقات بخشا۔

ان ملاقاتوں میں احباب جماعت نے اپنے ذاتی مسائل، کاروباری اور نجی پروگراموں نیز رشتہ ناطہ اور طبی امور کے بارہ میں مشورے حاصل کئے اور اس طرح قدرتِ ثانیہ کے آسمانی نظام سے روحانی طور پر کما حقہ فیضیاب ہوئے۔

حضور نے بعض اہم امور کے سلسلہ میں اندرون و بیرون ملک متعدد احباب سے ٹیلیفون پر بھی رابطہ فرمایا۔

دفتری ملاقاتیں: دفتری ملاقاتوں میں جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی کے پیشِ نظر تربیتی اور انتظامی امور کے بارہ میں وکالت علیا، وکالت تبشیر، ایڈیشنل نظارت اشاعت و وکالت تصنیف کے ساتھ پروگرام مرتب کئے گئے اور حضور نے اس بارے میں اہم اور قیمتی ہدایات جاری فرمائیں۔ قرآن کریم کے روسی زبان

کے ترجمہ پر نظر ثانی کا کام جو دو مخلص دوست کر رہے ہیں اس کا جائزہ لیا گیا۔ نیز ترکی زبان میں بعض کتابوں کے ترجموں اور اُن کی اشاعت کے بارہ میں پروگرام بنایا گیا۔

خطوط: روزانہ کی ڈاک میں تقریباً ۱۵۰ خطوط، انگریزی، اردو اور بعض دیگر زبانوں میں حضور کی خدمت میں موصول ہوئے۔ ان کے علاوہ پاکستان سے تقریباً ایک ہزار سے زائد خطوط پر مشتمل ڈاک موصول ہوئی۔

جملہ خطوط حضور نے ملاحظہ فرمائے اور ان کے جوابات پر دستخط ثبت فرمائے اور دفتری ڈاک پر فیصلہ جات اور تعمیل کے ارشادات فرمائے۔

آمین: حضور نے بروز منگل بتاریخ ۱۸ جون نوبل انعام یافتہ مشہور عالم پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے بیٹے عزیزم عمر کی آمین کی تقریب میں شمولیت فرمائی حضور نے اپنے دفتر میں ہی عزیزم عمر سے قرآن کریم کی تین سورتیں دہرائیں اور دعا کرائی۔

جنازے: لندن میں مقیم محترم چوہدری محمد عبد الرشید صاحب (جو مکرم و محترم ڈاکٹر عبد السلام کے چھوٹے بھائی ہیں) کے بیٹے گل حسین رشید کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی عمر ۱۳ سال تھی۔ اسی طرح مکرم چوہدری عبد الرحمان صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے چھوٹے بھائی چوہدری مظفر احمد صاحب کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جو سلسلہ کے سرگرم رکن تھے اور نبی سررود سندھ میں حرکتِ قلب بند ہوجانے کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔

عید: ۲۰ جون کو حضور نماز عید کے لیے جماعت احمدیہ انگلستان کے نئے مرکز اسلام آباد ٹلفورڈ تشریف لے گئے جہاں آپ کی اقتداء میں تقریباً ۳ ہزار احمدیوں (مرد و زن) نے نماز عید ادا کی۔ بعد نماز عید حضور نے تمام مردوں کو شرفِ مصافحہ بخشا۔

نماز اور خطبہ عید اور احباب جماعت سے ملاقات کے بعد حضور لندن تشریف لائے اور نماز ظہر بیت الفضل لندن میں ادا کی۔

احباب جماعت کی عید کی خوشیوں اور سعادتوں میں اس طرح بھی اضافہ ہوا کہ جملہ کارکنانِ سلسلہ اور بعض دیگر افراد جماعت کو حضور نے ذاتی طور پر عید کے تحائف دیئے جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور بعض کو مٹھائی بھی عطا فرمائی۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ

قدموں میں اپنے آپکو مولا کے ڈال تو
خوف و ہراس غیر کا دل سے نکال تو
لعل و گہر کے عشق میں دنیا ہے پھنس رہی
تو اس سے آنکھ موڑ ہے مولا کا لال تو
(کلام محمود)

خدا تعالیٰ نے ان کے دل کی حسرت پوری کر دی

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے ۱۶ر نومبر ۸۴ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا:

" ایک احمدی دوست ...... عید کے موقع پر ہمیشہ ایک بیل ذبح کیا کرتے تھے یہ ان کا پرانا دستور تھا۔ وہ بڑی محبت اور شوق سے بیل پالتے تھے اور عید الاضحیہ پر اپنے گھر کے صحن میں قربانی کے طور پر ذبح کیا کرتے تھے گزشتہ دنوں جو عید قربان آئی تو وہ قید میں تھے...... اس اثنا میں عید کا دن آ گیا مگر اس صحن میں اُس دن کوئی بیل ذبح نہیں ہو رہا تھا گھر والے بڑی حسرت سے یاد کر رہے تھے کہ کبھی عید کے دن ہمارے ساتھ ہمارا باپ یا بھائی یا خاوند جو بھی تھا وہ یہاں خدا کے نام پر بیل کی قربانی کیا کرتا تھا۔ وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ

انہوں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا

انہوں نے دیکھا کہ اچانک دروازہ کھلا ہے اور ایک بیل دوڑتا ہوا انکے گھر میں داخل ہوا ہے اور اس کی گردن آدھی کٹی ہوئی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے کچھ لوگ بڑی وحشت سے صحن میں داخل ہوئے اور انہوں نے پورے زور سے بیل کو باہر نکالنے کی کوشش کی لیکن بیل نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا، وہ کسی قیمت پر باہر نہیں نکلتا تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ اس گھر کے قریب ایک اور جگہ کچھ لوگ ایک بیل کو ذبح کر رہے تھے ابھی آدھی گردن اس کی کٹی تھی کہ وہ اٹھکر دوڑ پڑا دوڑتے دوڑتے وہ اس احمدی کے صحن میں داخل ہوا جو خدا کے نام پر قید تھا اور جو اپنے گھر میں بیل ذبح کیا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ بیل باہر نہیں نکلا یہاں تک کہ جس جگہ وہ بیل ذبح کیا کرتا تھا وہاں اسکو لوگوں نے لٹایا تو پھر وہاں لیٹا ہے اور وہیں اس کو ذبح کیا گیا۔

...... اب یہ چھوٹا سا واقعہ ہے لیکن اس سے اللہ تعالیٰ کے پیار کا ایک عجیب اظہار ہوتا ہے کہ وہ کس طرح باریک نظر سے اپنے بندوں کو دیکھتا ہے اور اپنے پیار کے چھینٹے دے کر انہیں زندہ رکھتا ہے اور اُن سے پیار کا اظہار فرماتا ہے "

باب رحمت خود بخود پھر تم پہ وا ہو جائیگا — جب تمہارا قادرِ مطلق خدا ہو جائیگا

The Largest Processors of Fresh Fruit Products

Fruit Juices & Squashes, Jams, Jellies, Marmalades, Pickles, Ketchup, Garden Peas, Vegetables etc.

Shezan International Limited, BUND ROAD, LAHORE.

adcom S198C15

نئے انداز سے گزرے ہیں جہاں سے گزرے
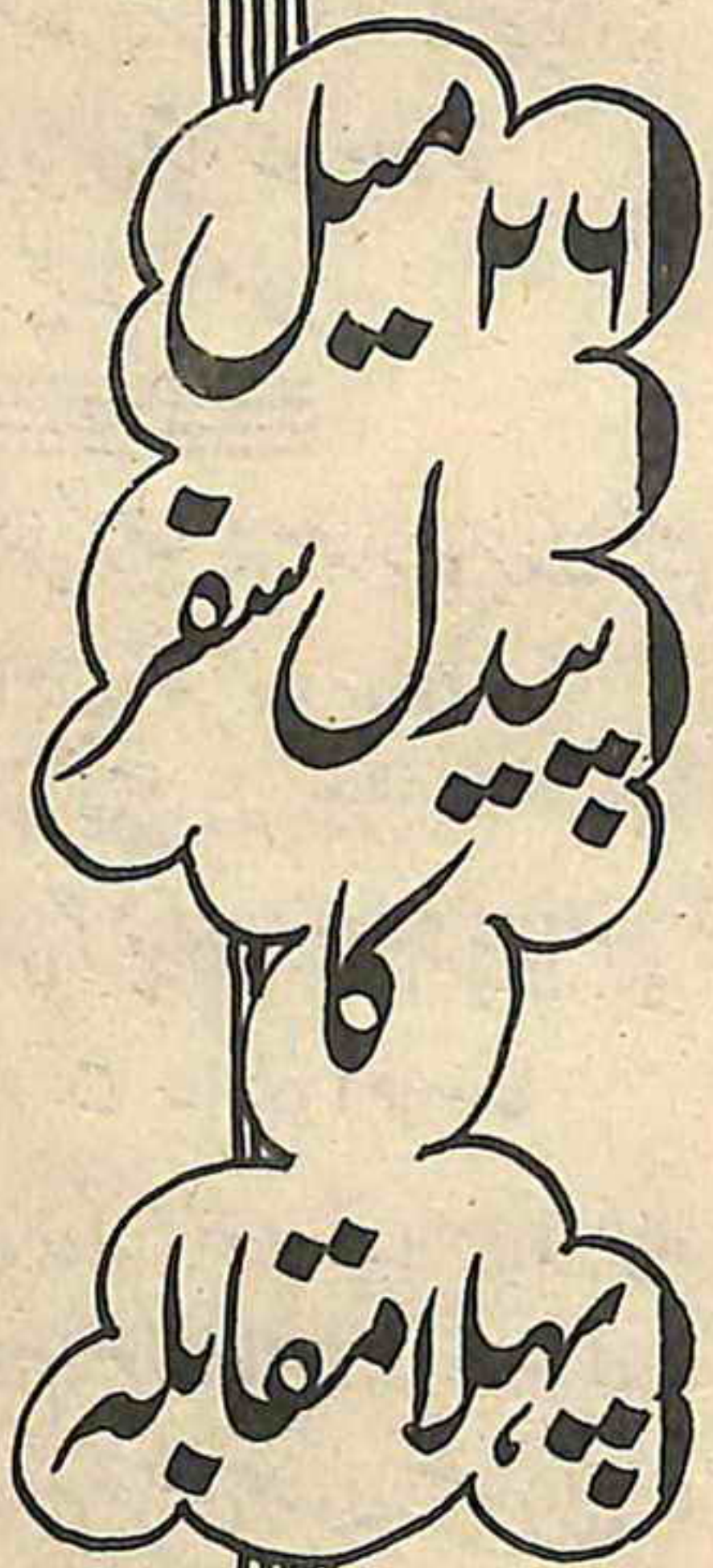
امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے زیر ہدایت مجلس خدام الاحمدیہ انگلستان نے ۱۸ مئی ۱۹۸۵ء کو ۲۶ میل پیدل سفر کا پہلا مقابلہ کروایا۔ یہ سفر اسلام آباد (ٹلفورڈ) کی چاروں اطراف سے ۲۶، ۲۶ میل کے فاصلہ سے اسلام آباد کی طرف کیا گیا جسمیں ۱۲ جماعتوں کے ۸۹ خدام، ۵ انصار اور ۱۲ اطفال نے شرکت کی۔ اس طرح حصہ لینے والوں کی کل تعداد ۱۰۶ تھی۔ مکرم ندیم چوہدری صاحب (ہنسلو) نے ۵ گھنٹے ۲ منٹ میں ۲۶ میل کا یہ سفر مکمل کر کے اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اجتماعی اوّل انعام مجلس ہنسلو نے حاصل کیا۔

حصہ لینے والے تمام احباب اسلام آباد اکٹھے ہوئے۔ ۱۸ مئی کو نماز فجر اور ناشتہ کے بعد انہیں حسب پروگرام ۴ مقررہ مختلف مقامات پر پہنچا دیا گیا۔ جن میں سے ہر ایک کا فاصلہ اسلام آباد سے ۲۶ میل ہے۔

۸ بجے سفر شروع ہوا۔ ہر راستہ (Ro-ute) پر مشروبات وغیرہ کا انتظام کیا گیا تھا سائیکل سوار خدام ڈیوٹی اور راہنمائی کیلئے موجود تھے۔ حضور بنفس نفیس جنوبی ROUT پر تشریف لے گئے مقابلے میں شامل تمام افراد میں مٹھائی وغیرہ تقسیم کرتے ہوئے حوصلہ افزائی کے کلمات ارشاد فرماتے رہے۔ ۶۶ افراد نے سفر مکمل کیا جس کے بعد تقریب تقسیم انعامات منعقد ہوئی

تلاوت قرآن کریم ، نظم اور عہد کے بعد رپورٹ پیش کی گئی بعد ازاں حضور نے انعامات تقسیم فرمائے۔ حضور نے اوّل آنے والی مجلس کو علمِ اسلام آباد عطا فرمایا۔ اس کے بعد حضور نے حاضرین کو خطاب سے نوازا۔

حضور کا خطاب

حضور نے اس پروگرام کی کامیابی پر خوشنودی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ مقابلہ ہماری اخلاقی و روحانی ترقیات کی جسمانی علامت ہے ہم احمدیوں کو صرف اخلاقی اور روحانی میدانوں ہی میں آگے نہیں بڑھنا بلکہ ان تمام میدانوں میں بھی فتح حاصل کرنی ہے جن میں مغربی قومیں بہت آگے نکل چکی ہیں۔

حضور نے سورۃ فاتحہ کی دعاؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کی بھلائی طلب کرتے ہیں اور یہ مقابلہ ان دعاؤں کا جسمانی مظاہرہ ہے حضور نے فرمایا کہ یہ پروگرام اس ضمن میں پہلا قدم ہے۔ اور آئندہ بھی اس قسم کے پروگرام زیادہ عمدگی کے ساتھ جاری رہیں گے۔

آخر پر حضور نے منتظمین کا شکریہ ادا کیا اور دعا کروائی۔ مغرب و عشاء کی نمازوں کے بعد حضور نے مقابلہ میں حصہ لینے والوں کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

نتائج

اوّل : ندیم چوہدری صاحب (ہنسلو)

دوم : لقمان خواجہ صاحب (")

سوم : منیر مرزا صاحب

اجتماعی انعام : مجلس ہنسلو

اوسط وقت ۵ گھنٹے ۳۲ منٹ

بہترین حصہ لینے والی قیادت بریڈفورڈ

بہترین ریجنل قیادت ساؤتھ

دیگر دلچسپ امور

سفر مکمل کرنیوالے معمر ترین بزرگ مکرم بشیر آرچرڈ صاحب عمر ۶۵ سال
وقت ۷ گھنٹے ۲۸ منٹ

سفر مکمل کرنیوالے سب سے کم عمر طفل خلیل یوسف صاحب عمر ۱۳ سال وقت ۵ گھنٹے ۲۹ منٹ

معمر ترین بزرگ جنہوں نے ۶ میل کا سفر طے کیا چوہدری غلام رسول صاحب عمر ۷۱ سال

سب سے کم عمر طفل جنہوں نے ۲۲ میل کا سفر طے کیا۔ ندیم امینی صاحب عمر ۹ سال

انتظامیہ

نیشنل قائد مکرم محمد صفی صاحب کی سرگردگی میں انتظامات کیلئے مندرجہ ذیل کمیٹی بنائی گئی تھی

صدر : مکرم سرور ناصر احمد صاحب سیکرٹری : خاکسار

ممبران : مکرم رفیق جہان صاحب ، مکرم مبشر گلزار صاحب

لمحات میں زندہ وہی گزرے جو تیرے قرب میں

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

محترم مرزا محمد الدین صاحب نازؔ نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

محترم نازؔ صاحب نے جلسہ سالانہ انگلستان ۱۹۸۵ء میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نمائندہ کے طور پر شرکت کی سعادت پائی۔ آپ کے تاثرات و محسوسات پر مشتمل یہ مضمون ہدیۂ قارئین ہے

ایک لمبی اور تاریک رات .... کے بعد جب صبح طلوع ہوئی تو ہم استنبول ہوائی مستقر پر تھے۔ استنبول ہمارے برادر ملک ترکی کا ایک اہم اور قدیم شہر ہے۔ ہمارے علمی ثقافتی اور دینی ورثوں کا امین یہ شہر جہاں تک فطرتی حسن کا تعلق ہے صبح کے ملگجے میں بڑا ہی خوبصورت دکھائی دے رہا تھا لیکن امانتِ نور ہدایت کی عملی طور پر حفاظت کے فقدان سے ہنوز شبِ تاریک کا گمان ہوتا تھا۔ ابھی اس شہر کی تاریخی عظمت اور جدید ثقافت کے موازنہ سے ذہن آزاد نہ ہوا تھا کہ آگے چلنے کا اشارہ ہوا۔ تقریباً ۳ گھنٹے کی پرواز کے بعد ہم ایمسٹرڈم (ہالینڈ) پہنچ گئے سخت سردی تھی اور درجہ حرارت ۶ تھا۔ شاید موسم کا اثر تھا کہ وہاں کے عملہ نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا اور پہلے تو ائرپورٹ پر جانے کی اجازت ہی نہیں دیتے تھے۔ بعد میں آدھ گھنٹہ کیلئے اجازت مل گئی۔ ذرا ماحول کا جائزہ لیا صفائی کا معیار نہایت اعلیٰ تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی نیرنگیٔ قدرت کے جلوے دعوتِ نظارہ دے رہے تھے۔ لیکن حدود و قیود کے باعث بے بس تھی۔ آدھ گھنٹہ چشم زدن میں بیت گیا اور ہم اگلے سفر کیلئے قلعہ بند ہو گئے۔ تقریباً چالیس منٹ کے بعد جب اعلان ہوا کہ طیارہ لندن کے ہوائی مستقر پر اترنے والا ہے تو اس طیارہ میں کثیر التعداد احمدیوں کی بے کلی دیکھنے والی تھی۔ ہر قلب جذباتی سا ہو رہا تھا۔ ہر چشم تصوّرات کے عالم میں ہماری طرح محوِ پرواز تھی۔ ہر روح وجدانی کیفیت لئے فرحاں و شاداں تھی اس پُر سرور کیفیت

کے تاروپود اس وقت ٹوٹے جب ویزے والوں نے آدبوچا۔

خیر ہم میں سے اکثر کو تھوڑی سی ردّوکد کے بعد حسب ضرورت ویزا دے دیا گیا۔ لیکن چار کے قریب دوست ایسے تھے جن کیلئے دو گھنٹے کے قریب وہاں انتظار کرنا پڑا۔ بالآخر محترم مجیب الرحمٰن صاحب امیر راولپنڈی جو ہمارے ہمراہ تھے انہوں نے ایک صاحب کو بلا کر یہ حقیقت واضح فرمائی کہ ہمارے لندن آنے کا مقصد کیا ہے! ہمارے جذبات کو مادی پیمانوں سے نہیں ماپا جا سکتا۔ دنیوی متاع کا حصول ہمارا مقصود نہیں۔ ہمارا مطمع نظر بہت بلند ہے۔ ہم میں سے ہر ایک آدمی اپنی تاریخ بنا رہا ہے، ہمارا امام، ہمارا محبوب یہاں پر ہے اور جلسہ سالانہ کی تقریب ہے ہر ایک اس موقعہ سے فیضیاب ہونے کو اپنے لئے موجب سعادت سمجھتا ہے۔ یہ محبت کی داستان ہے۔ یہ عشق کا پیمان ہے اور وارفتگی کا جہان ہے۔

اس گفتگو کا اُن صاحب پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے فوراً ہمارے آدمیوں کو ویزا دے دیا اور یوں ہم بانیلِ مرام ایئرپورٹ سے باہر آئے۔ وہاں ٹرانسپورٹ کا انتظام تھا جو ہم سب کو اسلام آباد ٹلفورڈ لیجانے کیلئے تیار تھی۔ لیکن ہر ایک کی شدید خواہش تھی کہ سب سے پہلے حضور کی ایک جھلک سے لذّت یاب ہو اور مشن ہاؤس کے قریب رہائش ہو تا کہ قرب کے مواقع سے فائدہ اٹھایا جائے تاہم چند ایک کے سوا باقی احباب جماعتی نظام کے تحت اسلام آباد تشریف لے گئے یہی خواہش مجھے بھی کشاں کشاں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں لے گئی اور چند لمحوں بعد وہ پر کیف گھڑی بھی آن پہنچی ..... جس کو میرا قلم ضبط تحریر میں لانے سے قاصر ہے۔ پیار اور محبت کا سمندر تھا جس کا بالائی حصہ بڑا پُر سکون، صبر و رضا کا پیکر اور لہلہاتی مسکراتی موجوں پر مشتمل تھا جو ہر شکستہ ناؤ کو سہلا کر روحانی سرور کے سامان پیدا کرتا اور کیف آور نورانی لذّات سے مسحور کر دیتا ..... اور اس کا زیریں حصہ غم کے تلاطم خیز طوفانوں سے عبارت تھا اور اس کا ہر گرداب اپنی ذات میں کئی حشر بپا طغیانیاں سمیٹے ہوئے تھا۔ کتنا دلآویز تھا وہ رُخِ انور اور کتنا وسیع الظرف تھا وہ سینہ!

جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے مختلف ممالک کے وفود کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ مشن ہاؤس کی رونق تو پہلے ہی فزوں تر تھی عددی لحاظ سے بھی بڑھنا شروع ہو گئی۔ دوسرے ہی روز مکرم نواب منصور احمد خان صاحب کی قیادت میں ہمارے ذمہ اسلام آباد کی حفاظت کے فرائض سپرد کر دیئے گئے۔ چنانچہ اگلے روز اسلام آباد کیلئے روانہ ہوا۔ حفاظت کا فریضہ سراسر خدام الاحمدیہ کی ذمہ داری تھی۔ جبکہ خدام الاحمدیہ دیگر شعبوں میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے نمایاں خدمت سرانجام دیتی رہی۔

"اسلام آباد" لندن سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بہت ہی خوبصورت ۲۵ ایکڑ پر مشتمل یہ سبزہ زار جنت نظیر دکھائی دیتا ہے۔ یہ اصل میں "ٹلفورڈ" کا علاقہ ہے کیونکہ بہت پہلے اس کے قریب سے "TIL" نامی دریا کا گزر تھا "TIL" کا معنی "اچھا اور فائدہ مند" ہے۔ اور "FORD" پتن کو کہتے ہیں جو دریا کے گرد آبادی کے مترادف ہے۔ اسی طرح "TILL" بھی ہوسکتا ہے (کیونکہ یہ cognate ہیں یعنی ایک ہی خاندان سے ہیں اور دوسرے لفظ سے ملانے پر ایک ایل رہ گیا ہے) اس صورت میں معنی ہوگا "کاشت کرنا" اور تعطیر الأنام میں دخل خضرۃ ھی الاسلام)

۔ گویا "اسلام آباد" کا نام تفاؤل کے طور پر نوشتۂ تقدیر میں پہلے سے رقم تھا۔ جو اس امر کی غمازی کرتا تھا کہ یہاں سے روحانی "TILL" برکات سے معمور چشمۂ فیض جاری ہوگا۔ جو حارث نامی آقا کے غلاموں سے آباد ہوگا اور دیکھتے دیکھتے کاشت ہونیوالا روحانی بیج لہلہاتے کھیتوں میں بدل جائے گا کزرعٍ أخرج شطأه فآزره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار

اسلام آباد

سنا ہے کہ وہ بہت پہلے قیدیوں کا مسکن تھا۔ پھر وہاں سکول بھی ایک عرصہ تک جاری رہا اور اب کافی مدت سے وہ کالمتروک تھا اور عمارات بڑی خستہ حالت میں تھیں کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کی نظرِ انتخاب اس تاریخ ساز خطہ پر پڑی جس نے وحشیوں سے انسان اور انسان سے با اخلاق انسان بنائے اور با اخلاق انسانوں سے باخدا انسانوں کا مشاہدہ تو ان حقیر نگاہوں نے بھی کیا۔

◉ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے نظارے

حضور جب سے لندن میں رونق افروز ہوئے جماعت احمدیہ لندن کے دیوانے وارفتگی کے عالم میں نحن انصار اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے پیارے امام کے گرد مثل ہالہ جمع ہو گئے اور بعض تو صدق اور اخلاص میں ایسے ثابت قدم تھے کہ گھر سے نکلے تو پھر خدمت میں ایسا لطف محسوس ہوا کہ گھر کی خبر نہیں لی۔ بعض خاندانوں نے گھر کے ہر فرد کو مہینوں خدمت پر مامور کر دیا اور چوبیس گھنٹے پروانہ وار اس شمع کا طواف کرتے رہے۔ وقت کی قربانی دی، مال نذر کیا اپنا آرام تج دیا، دنیوی علائق منقطع کئے اور اسی در کے ہو رہے۔ محترم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور محترمہ سلمٰی مبارکہ صاحبہ کا خاندان اس لحاظ سے قابلِ رشک اور قابلِ صد تحسین ہے۔

لجنہ اماء اللہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ نے اپنے اپنے دائرے میں اپنے پیارے آقا کی آواز پر حتی المقدور لبیک کہا اور

"جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں"
کے ایمان افروز عملی نظاروں سے ایک ایسی تاریخ رقم کی جو ثُلَّةٌ مِنَ الاَوَّلِینَ کی یاد تازہ کر دیتی ہے جو اقوامِ مستقبلہ کیلئے باعثِ فخر اور زندہ قوموں کا ہمیشہ شعار رہی ہے۔ واقفینِ زندگی نے وقف کی روح کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدمت کا حق ادا کیا اور اپنے آقا کے دست و بازو بن گئے اور اس نورانی وجود کے قرب کی وجہ سے ان کے دن روشن اور راتیں زندہ و تابندہ ہوگئیں۔ تاریخ ان کے مقدر پر رشک کرنے لگی۔ لوحِ مستقبل انکے نقوش کو محفوظ کرنے کیلئے فخریہ مداد اطلس لئے حاضر ہوئی۔

اسی ضمن میں ایک قابلِ رشک نمونہ مثالی وقارِ عمل کا ہے۔ اسلام آباد جیسا کہ بتایا جاچکا ہے مکانات کے خستہ ہونے کی وجہ سے رہائش کے قابل نہ تھا اور وہاں کے دستور کے مطابق محکمہ صحت کے افسران سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ جگہ رہائش کیلئے قابلِ استعمال نہیں۔ چنانچہ حضور کی تحریک پر انگلستان کی مجلس خدام الاحمدیہ نے خوب وقت کی قربانی دی۔ مادیت کی دوڑ اور نفس پرستی کے اس عالم میں نورِ توحید سے منوّر سینوں والے ان فدائی مخلصین نے اپنے کئی (WEEK END) اس کے لیے وقف کر دیئے دور دراز کے علاقوں سے خدام چھٹیاں لیکر پہنچے اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کو پس پُشت ڈالا۔ اپنے ذاتی پروگراموں کی پرواہ نہ کی۔ اپنی دلچسپیوں سے صرفِ نظر کیا اپنی عمر کے دَور کے لاابالی پن، جنونِ جذباتِ جوانی، جوشِ نفحاتِ نفسانی اور نام نہاد آبروئے انسانی کو رضائے الٰہی کی چھری سے ذبح کیا اور تقریباً ۱½ ماہ کی محنت شاقہ کے بعد خستہ حالت کو شستہ حالت میں بدل دیا۔ محکمہ صحت کے افسران سے دوبارہ اس جگہ کی معائنہ رپورٹ کیلئے کہا گیا پہلے تو وہ اسے تسلیم ہی نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ معائنہ کے لیئے آئے تو حیرت و تعجب سے بزعمِ خویش ناممکنہ امر کے ممکن ہونے کی تصدیق بایں الفاظ کی۔" کہ یہ واقعی ایک ہمّت والی قوم یا جنونی کیفیت کے اوصاف رکھنے والی جماعت کے والہانہ جذبہ کا تجسّم ہے وگرنہ عام حالات میں اتنی جلدی تشکیل تو ناممکنات میں سے تھی"

الغرض جلسہ سالانہ سے قبل اس جگہ کو میزبانی کے جذبہ سے سرشار ان متوالوں نے مہمانوں کیلئے اس قدر سنوار دیا تھا جسے دیدہ و دل فرشِ راہ کے مترادف قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

◉ تاریخی جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ کے انتظامات کا جہاں تک تعلق ہے بخوبی سرانجام دیئے گئے۔ جلسہ سالانہ کے ناظم اعلیٰ مکرم ہدایت اللہ صاحب بنگوی تھے۔ جلسہ گاہ دو پنڈال "MARQUEE" پر مشتمل تھا۔ جن میں سے ایک مردوں کیلئے تھی اور دوسری مستورات کیلئے۔ ان میں سامعین کرام کیلئے کرسیوں کا انتظام تھا یہ انتظام محترم عطاء المجیب صاحب راشد کے ذمہ

تھا۔ گو کرسیاں اٹھانے اور ترتیب دینے کا کام ایک بہت محنت طلب اور مشکل امر ہے۔ لیکن بہت کم وقت میں بڑی خوش اسلوبی سے یہ کام سرانجام دیا جاتا رہا۔ جہاں تک MARQUEE کا تعلق ہے بہت مضبوط لمبا شامیانہ ہے اندھیری اور بارش میں اس کا اندرونی حصہ ہر لحاظ سے محفوظ رہتا ہے۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں اکثر بارش ہوتی رہی لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے پروگرام اپنے وقت کے مطابق بخیر و خوبی جاری رہا۔

جہاں تک رہائش کا تعلق ہے ۴۸ ممالک سے آئے ہوئے مختلف وفود میں سے اکثر وہیں برکس میں رہائش پذیر رہے اور ایک اچھی خاصی تعداد مہمانوں کی ایسی بھی تھی جو لندن میں مختلف جگہوں پر اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کے ہاں قیام پذیر تھی۔ برکس مردوں کیلئے مخصوص تھیں اور ایک لمبا سا کمرہ اور اسمبلی ہال میں مستورات کے ٹھہرنے کا بندوبست تھا۔ اس کے علاوہ کچھ خاندانوں کا کیوبیکل ٹائپ کمروں اور گشتی کمروں (CARAVANS) میں رہائش کا انتظام تھا۔ بستروں کا وافر مقدار میں سٹاک تھا۔ ہر شخص نے اپنے گھر جیسا آرام پایا اور وسّع مکانک کے عظیم الشان جلو میں اصبحتم بنعمتہ اخوانا کے تحت بڑے محبت و پیار کے نظارے مشاہدہ میں آئے۔

طعام کا انتظام بھی خوب تھا صبح ناشتہ دوپہر اور شام کو کھانا۔ ناشتہ گرم دودھ اور تیار شدہ چیزوں (ویٹا بکس، چپس، فلیکس وغیرہ) میں سے کسی ایک چیز پر مشتمل ہوتا تھا۔ دوپہر اور شام کے کھانے میں ایک وقت گوشت کا سالن اور ایک وقت دال تھی گوشت میں مرغ بھی استعمال ہوتا رہا اور اسکی پکوائی کا انتظام رہائش کی جگہ پر ہی تھا اور روٹی بیضوی شکل کی پکی پکائی منگوائی جاتی رہی۔ اکٹھی طعام گاہ بنائی گئی تھی اور شفٹوں میں کھانا پیش کیا جاتا تھا اور برتن (گلاس، پلیٹ) وغیرہ بڑے ہی خوبصورت اور کاغذ کے بنے ہوئے تھے جو استعمال کے بعد ضائع کر دیئے جاتے تھے۔ آبخورے، پیالے اور انکی دھلائی کا کوئی چکر نہ تھا۔ اس انتظام کے انچارج مکرم سلطان محمود انور صاحب تھے جو کراچی کے کہنہ مشق احباب کے تعاون سے یہ فریضہ سرانجام دیتے رہے

جلسہ سالانہ کی تقاریر پہلے سے شائع شدہ پروگرام کے مطابق ہوئیں۔ مورخہ ۵ اپریل بروز جمعہ جلسہ سالانہ کا پہلا دن تھا۔ چنانچہ جلسہ گاہ میں ہی سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز جمعہ پڑھائی۔ بعد ازاں جلسہ گاہ کی کرسیاں ٹھیک کی گئیں۔ اور ۴ بجے کے قریب افتتاحی اجلاس کا آغاز ہوا۔ پیارے آقا کی افتتاحی تقریر ان روز افزوں افضال و اکرام کے بیان پر مشتمل تھی جو اللہ تعالیٰ کی نظر پیار کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ پر نازل ہو رہے ہیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ابتلاء کے ایام میں بھی مخالف طاقتیں اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہوئیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارا ہر آئندہ قدم مالی و جانی قربانیوں

میں پہلے سے بڑھ کر ہے اور چشمِ عالم ہر طلوعِ آفتاب پر احمدیت کو پہلے سے زیادہ شان وشوکت میں ارفع پاتی ہے۔

وَمن یہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا کے مصداق پیارے آقا کے لندن میں ورودِ مسعود سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی ہوائیں چلیں فرشتوں نے یوضع لہ القبول کے عطر سے اہلِ یورپ کو ممسوح کیا۔ لہٰذا کئی نئے مشنز کا اجراء ہوا۔ کئی مشنز میں توسیع ہوئی کئی بیوت الذکر تعمیر ہوئے۔ بیرونی مشنز سے رابطہ استوار ہوا اور حسبِ قول مبارک

ے آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

آج اہلِ یورپ پر توحید کا نور جلوہ فگن ہے جس کی کرنیں آہستہ آہستہ سارے یورپ بلکہ ساری دنیا پر محیط ہو جائیں گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارک "تطلع الشمس من مغربہا" کی معنوی حقیقت آشکار ا ہو کر اس ظاہری لحاظ سے خطۂ سفید کو باطنی اور روحانی لحاظ سے بقعۂ نور کے قالب میں ڈھال دیگی۔ خوشخبریوں کے یہ جواھر کلمات پونے ۹ بجے تک اس گنجینۂ گراں مایہ کے دَہن مبارک سے بکھرتے رہے اور سامعین کرام علی قدر ظرف ان سے اپنی روح کی مالا استوارتے رہے

اگلے روز مورخہ ۶ راپریل ۱۹۸۵ء بروز ہفتہ پروگرام کے مطابق تقاریر ہوئیں۔ زیادہ تر انگریزی زبان میں تھیں۔ جو اکثر وبیشتر وہاں کے مقامی احمدی علماء کرام (برطانیہ کے اصل باشندوں اور پاکستانی نژاد برطانیہ میں بسنے والوں) نے کیں۔ اسی طرح افریقہ اور امریکہ سے آئے ہوئے بعض اہلِ علم دوستوں نے بھی تقاریر کیں۔

اس روز پیارے آقا نے زنانہ جلسہ گاہ جا کر مستورات کو اپنے ارشادات سے نوازا۔ اور مستورات کی قربانیوں کا تذکرہ بڑے پیارے انداز میں فرمایا آپ نے مستورات کی قربانیوں کی قابلِ تقلید مثالیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ خوش قسمت خواتین ہیں جنہوں نے قرونِ اولیٰ کی تاریخ زندہ کردی ہے اور انکی قربانی ایک عظیم امتیاز رکھتی ہے کہ ہر بیت الذکر کی تعمیر میں احمدی مستورات کی تو کسی نہ کسی رنگ میں قربانی کام آئی ہے۔ لیکن بعض ایسے بیوت الذکر ہیں جن کی تعمیر میں صرف مستورات کے سامان زیبائش اور تمناؤں کے خون سے رنگ بھرا گیا ہے اور اس میں مردوں کی قربانی کا ذرا بھر بھی دخل نہیں جس قوم کی یہ مائیں ہوں انکی کوکھ سے ایسی نسلیں جنم لیتی ہیں جنکی سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ہوتا اور جن کے قدم صرف غلبہ اور فتحیابی کی منازل سے ہی آشنا ہوتے ہیں

آخری روز مورخہ ۷ راپریل بروز اتوار بھی دن کے پہلے حصّہ میں حسب پروگرام تقاریر ہوئیں اس روز بارش بھی ہو رہی تھی اور سخت سردی کا موسم تھا۔ لیکن ایمانی حرارت سے بریاں اور روحانی تمازت سے سوزاں فدایانِ احمدیت اپنے آقا کے شیریں چشمہ

سے عرفانی بروٹ کے سامان پیدا کرنے جوق در جوق تشریف لائے۔ پنڈال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اسی طرح مستورات کی صورتِ حال تھی اس روز مستورات اور بچوں سمیت سامعین کی تعداد کم و بیش چھ سات ہزار تھی۔ "ختم نبوّت" کے موضوع پر ایمان افروز اور روح پرور خطاب تھا۔ الفاظ کے دھارے بہہ رہے تھے۔ پنڈال کے باہر آسمان کی بارش سے ارض معمور تھی تو اندر عرفان کی بارش سے روح مخمور تھی پانچ گھنٹے یہ بارش روحانی تشنگی کو سیراب کرتی رہی اور ارواح و قلوب نہال ہوتے رہے۔ باطنی نور نے فضا کی تاریکی کا احساس بھی مٹا دیا جس کا ادراک اس وقت ہوا جب پرسوز اور رقت بھری دعا کے بعد لوگ پنڈال سے باہر آئے۔

ظاہری اور روحانی بارشوں کا بھی عجیب توافق تھا ایک دفعہ مجلس عرفان میں ایک دوست نے حضور کے سامنے بارش اور تقریر کے توافق کا ذکر "معجزہ" کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ بایں صورت یہ معجزہ احمدیت اور جو میرے ساتھ عقیدت کے جذبات رکھتا ہے اس کیلئے تو ہو سکتا ہے۔ دوسرے کیلئے نہیں بلکہ دوسرا شخص اس کو مخالفانہ رنگ بھی دے سکتا ہے اصل معجزہ تو "ختم نبوت" کے موضوع پر عارفانہ خطاب کے الفاظ متواترہ تھے جو قطراتِ محبت کی شکل میں ہر مخالف کے قلب میں جا کر نخلِ ایمان کو سیراب کرتے رہے اور اس کے نتیجہ میں کئی غیر از جماعت دوستوں نے اظہار کیا کہ ہمیں تو "ختم نبوت" کی حقیقی معرفت

کیا کروں تعریفِ حسنِ یار کی اور کیا لکھوں
اک ادا سے ہو گیا میں سیل نفس دوں سے پار
اس رُخِ روشن سے میری آنکھ بھی روشن ہوئی
ہو گئے اسرار اس دلبر کے مجھ پر آشکار

آج حاصل ہوئی ہے۔ اور بعض ان میں سے اس تقریر سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ احمدیت ہو گئے۔ یہ ہے حقیقی معجزہ جو تصرف الٰہی کے نتیجہ میں معرضِ وجود میں آیا۔

خوشا! اے خطۂ سفید میں لپٹے والے نورِ احمدیت کے متوالو! جلسہ سالانہ میں پیارے آقا کی زبانِ مبارک سے "نحن انصار اللہ" کا پیارا لقب مبارک ہو۔ حضور کے تعریفی کلمات نے تمہیں زندۂ جاوید بنا دیا ہے تاریخ کے اوراق تمہارا استقبال کرنے میں فخر محسوس کریں گے۔ اور زمانہ مستقبل اپنے خاکوں میں تمہارے نقوش کا رنگ بھرنے پر اترائے گا اور حسب قول ؎

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تقدیر اب تمہارے نقوش کے ارتعاش کو نیرنگیٔ زمانہ کے سرمدی سُروں میں تحلیل کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے تا آنیوالی نسلیں اپنے جذبات کی تان چھیڑ کر ان لہروں کے سلسلہ کو دوامی رنگ بخش سکیں

اشکوں سے رنج و غم کا مداوا کئے ہوئے
قلب و جگر کو اپنے سی پارا کئے ہوئے

تڑپے ہے غم کدے میں اسیرِ وفا و عشق
تیری محبتوں کو اشارا کئے ہوئے

دیکھو تو ہر نگاہِ تمنا ہے مضطرب
مدت ہوئی ہے وصل تمہارا کیے ہوئے

لوٹ آ کہ تیری رہ میں اجالا کریں گے ہم
آنکھوں کو اپنی چاند ستارا کیے ہوئے

گزری شبِ فراق تو آئی ہے شامِ درد
کب تک رہیں گے غم کو سہارا لئے ہوئے

مٹ جائیں گے جہاں سے یہ نفرت کے قافلے
خود اپنی حسرتوں کا تماشا کئے ہوئے

(جناب حافظ فضل الرحمٰن بشیر)

پرندے

(مرسلہ: رانا عبدالوحید زاہد، خوشاب)

دنیا میں پرندوں کی کل ۸۶۰۰ اقسام ہیں

بون: ایک ایسا پرندہ ہے جو چل پھر سکتا ہے نہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ بلکہ نیچے اترتے وقت وہ گولے کی طرح زمین پر آ گرتا ہے

ہوٹ زن پرڈ: ایسا پرندہ ہے جسکا سر گدھے سے ملتا ہے۔ جنوبی امریکہ میں ملتا ہے۔

سیکرٹری: ایک مرغی کا انڈا بغیر خول توڑے کھا جاتا ہے۔

کنڈور: سب سے طویل شکاری پرندہ ہے۔ یہ ۴ فٹ لمبا ہوتا ہے

سفرنامہ بھارت

دوسری قسط

داستانے از دکن آوردہ ام

ح۔م۔ احمد کے قلم سے

جب ہم انڈین آفس کی طرف آ رہے تھے تو ایک سکھ افسر نے ہمیں بلایا کئی اندیشے خاطر میں لیے ہم اسکی طرف بڑھے اس نے کہا کسی کو پیسہ مت دیجئے بلکہ کوئی کہے بھی تو ہمیں بتائیے۔ اس مضمون کے اعلانات جابجا دفتر کی دیواروں پر بھی آویزاں تھے اور بار بار مائیک پر بھی یہ آواز مسافروں کا خیر مقدم کرتی رہی کہ کسٹم آفیسر آپ کا دوست ہے آپکو کوئی الجھن ہو تو اس سے ملیے اور کسی کو کچھ نہ دیجئے ہم نے اس نصیحت کو غور سے سنا اور اس پر عمل کرنے کا پختہ عزم کیا۔ اندراجات کے انتظار میں انتظار گاہ میں ہندوستان کے مایۂ ناز شاعر پروفیسر جگن ناتھ آزاد کو بھی منتظر پایا۔ سنا ہے کہ آپ 'اقبالیات' میں سند ہیں۔ لبعض پروگراموں میں شرکت کیلئے پاکستان آئے تھے اور اب واپسی تھی۔ وقت گزاری اور ایک معروف شخصیت سے ملاقات کیلئے ہم نے ان سے راہ و رسم بڑھانے کی کوشش کی۔ ایک دوسرے سے تعارف ہو رہا تھا کہ پاسپورٹ کے اندراجات مکمل ہو گئے۔ سامان کی پھر پڑتال ہوئی اور ہمیں جانے کی اجازت ہوئی۔ ڈالر دیکر انڈین کرنسی لی اور بارڈر سے باہر نکلنے کے شوق میں آخری گیٹ کی طرف بڑھے لیکن ابھی عشق کے امتحان اور بھی تھے۔ آخری گیٹ پر موجود دو اور داروغے ہمارے منتظر تھے مجھ سے پہلے ایک مختصر سی فیملی جا رہی تھی۔ تو ان داروغوں نے اس سے دس روپے لیے میں پہنچا تو مجھ سے بھی دس روپے کا مطالبہ ہوا ہم یہ سمجھ کر کہ شاید یہ بھی یہاں کے واجبات ہیں بھولے پن سے پوچھنے لگے انڈین یا پاکستانی؟ (کیونکہ ہمارے پاس دونوں کرنسی موجود تھیں) ہوشیار اور چالاک داروغہ نے جلدی سے کہا انڈین۔ اور جب میں دے بیٹھا تو پتہ چلا کہ یہ جبری ٹیکس تھا۔ میں نے ایک سکھ داروغہ سے کہا کہ یہ رقم کا ہے کو لی؟ بولا آپکی خوشی سے۔ ہم نے اس کی سختی سے تردید کی اور کہا خوشی سے نہیں زبردستی اور پھر جب اسے پتہ چلا کہ مجھے قادیان جانا ہے تو شرمندہ ہو کر مجھے دس روپے کے معاوضہ میں یہ مشورہ بھی دیا کہ جناب آپ نے قادیان جانا ہے تو ٹیکسی میں نہ بیٹھئے وہ ۳۰ روپے سے کم نہ لے گا سامنے گورنمنٹ بس کھڑی ہے آپ ڈیڑھ روپیہ

دیکھ اس میں امرتسر چلے جائیے۔

قریباً پون گھنٹے میں امرتسر پہنچ گئے۔ اور اسٹیشن سے معلوم کرنا چاہا کہ دلّی کو ٹرین کس وقت جاتی ہے؟ اس کیلئے ایک شریف راہگیر سے (جو ایک سکھ صاحب تھے) اس بارہ میں پوچھا وہ بڑی متانت سے پیش آئے اور اسٹیشن سے صحیح اوقات دلّی جانیوالی سب گاڑیوں کے معلوم کر دیئے اور پھر مجسّم سوال بن گئے کہ میں کونسی گاڑی سے جاؤں گا؟ جواب بقول شخصے یہ تھا کہ میں نے تو صرف لائن ہی پار کرنی ہے۔ کیونکہ مجھے پہلے قادیان جانا تھا۔ پھر دلّی۔ امرتسر اسٹیشن سے بس اڈہ کیلئے سائیکل رکشا لیا۔

تین پہیوں والے یہ سائیکل رکشے ہمارے ہاں شاید صرف لودھراں اور بہاولپور میں چلتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں امرتسر، دہلی، حیدرآباد اور باقی شہروں میں اکثر دیکھنے میں آتے ہیں جن کو چلانے کیلئے آدمی کو پہلے عارضی طور پر کبڑا ہونا پڑتا ہے اور پھر وہ ہمیشہ کیلئے کبڑا ہو کر رہ جاتا ہے۔

ایک ایسے ہی رکشے میں ہم اڈہ لاری اور وہاں سے بس کے ذریعے بٹالہ پہنچے اور بٹالہ سے قادیان۔

قادیان پہنچے تو وہاں بھی رمضان کی پہلی ہی تاریخ تھی۔ مبارک زماں اور مبارک مکاں ..... غسلِ سفر کرکے بیت الدّعا کا پوچھا معلوم ہوا کہ عام طور پر عصر کے بعد کا وقت خواتین کیلئے مختص ہے۔ لیکن آج رمضان کی وجہ سے درس قرآن کا پروگرام ہے۔ جہاں مرد و زن حاضر ہوں گے اس لیے بیت الدّعا خالی رہے گا۔ بیت الدّعا میں جاکر دعا کی لیکن ابھی بہشتی مقبرہ جاکر مزارِ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ پر دعا کرنے کی تمنّا باقی تھی۔ مغرب سے قبل بہشتی مقبرہ پہنچا دل مضطرب تھا طبیعت گداز اور جان پُرسوز تھی بس یہ تھا ہمارا رختِ سفر پہلی مرتبہ مزار پر نظر پڑی تو سب سے پہلے وہ سلام پہنچایا جس کا پہنچانا مجھ پر فرض تھا۔ دیگر مزارات پر بھی دعا کی اور بہشتی مقبرہ میں وہ تاریخی اور مقدّس مقام دیکھے جہاں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا جنازہ رکھا اور پڑھا گیا اور جہاں قدرتِ ثانیہ کا انتخاب اور بیعت ہوئی تھی

یہ امر لائقِ تحسین ہے کہ بہشتی مقبرہ کو واقعی جنّت نظیر بنا دیا گیا ہے۔ خوبصورت روشوں کے گرد بلند سرو قامت درخت اور خوبصورت پھول اس کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ بہشتی مقبرہ کے فوارہ کے سامنے والی سڑک پر کھڑے ہوں تو سامنے بلند و بالا منارۃ المسیح نظر آتا ہے خدا کے فضل سے یہ مینارہ اب مکمل سنگِ مرمر کا ہو چکا ہے۔ اور اس مینارۂ بیضاء کی سفید مرمریں چمک دور سے آنکھوں کو مسرور کرتی ہے بیت الاقصیٰ اور بیت المبارک میں باری باری نمازیں پڑھنے جاتے رہے بیت مبارک میں

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور بیت اقصیٰ میں دیگر بزرگان نمازیں پڑھاتے ہیں۔ عصر کے بعد بیت مبارک میں محترم شریف احمد امینی صاحب بخاری شریف سے درس حدیث دیتے تھے جو عمدہ اور مفید دینی معلومات پر مشتمل ہوتا۔

قادیان میں دوسرا دن صدر انجمن اور تحریک جدید کے دفاتر دیکھنے اور افسران صیغہ جات سے تعارف اور ملاقاتوں میں گزرا۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے ازراہِ شفقت بہت محبت و پیار اور احسان کا سلوک فرمایا۔ بہت وقت عنایت فرمایا اور میرے سفر حیدر آباد اور دلّی کے بارہ میں مناسب انتظامات فرما دیئے

طے یہ پایا کہ اگلے روز میں قادیان سے بذریعہ ٹرین امرتسر چلا جاؤں اور وہاں سے رات کی کسی گاڑی سے دلّی روانہ ہو جاؤں۔ دلّی سے آندھرا پردیش ایکسپریس کے ذریعہ حیدر آباد دکن کا سفر اختیار کروں ....

... حیدر آباد دکن پہنچے تو رمضان المبارک کی پانچویں تاریخ تھی۔ نماز عصر کے قریب احمدیہ ہال وارد ہوئے۔ برادرم حمید الدین شمس صاحب اور دیگر احباب جماعت سے ملاقات ہوئی اور نمازِ عصر کے بعد درس قرآن سے ہمارے قیام حیدر آباد کا افتتاح ہوا۔ اسی رات سے تراویح میں قرآن شریف سنانے کا بھی مبارک آغاز ہوا بعض احباب کا خیال تھا کہ یہاں لوگ مختصر تراویح

کے عادی ہیں اس لیے بیشک تلاوت زیادہ نہ کی جائے اور رمضان کے باقی تین ہفتوں میں اگر دس بارہ[۱۲] پارے بھی تراویح میں تلاوت ہو جائیں تو کافی ہیں لیکن حافظِ قرآن کو قرآن اچھی طرح یاد ہو اور تراویح میں ختم نہ کرے یہ ناممکن ہے۔ ہم نے پہلی رات اعتماد بحال رکھنے کیلئے صرف سوا پارہ پڑھا اور محسوس کیا کہ مقتدی اس کو برداشت کر گئے ہیں تو تلاوت بڑھانی شروع کی دوسرے روز ڈیڑھ پارہ تیسرے روز پونے دو پارے چوتھے روز پورے دو پارے اور پانچویں روز سوا دو پارے پڑھے۔ مقتدیوں کا یہ حال تھا کہ وہ مسلسل بڑھ رہے تھے۔ چنانچہ پہلے روز اگر بیس[۲۰] احباب تھے تو باقی دنوں میں احباب و خواتین کی حاضری یکصد بلکہ اس سے بڑھ گئی۔

اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ درمیان میں درسِ حدیث کا پروگرام رکھا گیا تھا۔ اور پہلی چار رکعت تراویح کے بعد رمضان المبارک کے مسائل اور احکام و فضائل کے بارہ میں درسِ حدیث دینا شروع کیا۔ جس میں بڑے شوق سے احباب آنے لگے قرآن شریف سننے کا شوق تو اس سے بھی بڑھ کر تھا۔ بعض اوقات تراویح کے بعد سوال و جواب کا موقع دیا جاتا۔

دن کی سرگرمیاں زیادہ تر حیدر آباد دکن کی لائبریریاں دیکھنے پر مشتمل رہیں۔ حیدر آباد کی پرانی مشہور پبلک لائبریری "آصفیہ لائبریری"

ہے جو حکومت کے زیر انتظام ہے۔ افضل گنج میں احمدیہ ہال و مشن ہاؤس کے قریب ہی کئی منزلہ بہت بڑی عمارت پر مشتمل یہ لائبریری ہے ایک دن اسے گھوم پھر کر دیکھا اور اسلامیات و عربی کا سیکشن اور کیٹلاگ میں نئی کتب نظر آئیں لائبریری کا جنرل کیٹلاگ اس کے بین ہال میں ہے اور پھر ہر شعبہ میں الگ الگ کیٹلاگ ہے قارئین کو کتابوں تک خود رسائی حاصل ہے۔ اس لائبریری کے ہندی، اردو اور انگریزی شعبہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا رہا تھا۔ اسلامیات اور عربی کا شعبہ قریباً ویران پڑا تھا۔ بلکہ کتابوں پر گرد کی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ شاید اسی لیے اس لائبریری کا عربی اور اسلامی مخطوطات والا حصہ نیشنل آرکائوز (NATIONAL ARCIVES) میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود عربی اور اسلامیات پر اس لائبریری کی کتب کا ذخیرہ علماء کو دعوتِ نظارہ و مطالعہ دے رہا ہے۔

دکن کی دوسری بڑی لائبریری عثمانیہ یونیورسٹی کی لائبریری ہے۔ یہ یونیورسٹی اور لائبریری نظام حیدر آباد کی مرہون منت ہے اگرچہ یہ آصفیہ سے بعد میں قائم ہوئی لیکن اسوقت حیدر آباد کی سب سے بڑی لائبریری یہی ہے جہاں بڑے بڑے سکالرز تحقیق کیلئے آتے ہیں۔ لائبریری میں داخل ہوتے ہی بہت بڑا ہال ہے جسمیں اردو انگریزی عربی فارسی اور ہندی کے جنرل کیٹلاگ موجود ہیں پھر ہر شعبہ میں الگ کیٹلاگ ہے۔ دائیں طرف مطالعہ کیلئے ہال ہے جسمیں انگریزی، اردو، ہندی عربی سب زبانوں اور علاقوں کے رسائل و اخبارات موجود ہیں۔ اس کے ساتھ کے ہال میں ریسرچ سکالرز کام کرتے ہیں اور انکی ضروریات کے لیے بنیادی حوالوں کی کتابوں (REFERENCE BOOKS) سے ہال کے چاروں طرف کی الماریاں بھری ہوئی ہیں جنمیں لُغات، تفاسیر، احادیث اور انسائیکلوپیڈیا سیرت و سوانح تاریخ اور ادب کی بنیادی کتب نیز دیگر ضروری لٹریچر موجود ہے۔ تاکہ محققین کو دورانِ تحقیق کوئی دقّت نہ ہو۔

جناب ڈاکٹر حافظ صالح الٰہ دین صاحب صدر شعبہ فلکیات عثمانیہ یونیورسٹی کی وساطت سے میں اس لائبریری میں آیا تھا۔ موصوف مشہور مخلص احمدی عبداللہ الہ دین صاحب کے خاندان کے فرد اور مولانا عبدالمالک خان صاحب مرحوم کے داماد ہیں۔

تہہ خانہ میں اسلامیات اور عربی متنوع کتب کا خزینہ ہے یہ نہایت عمدہ ذخیرہ ہے۔ مخطوطات حدیث سے دلچسپی کے باعث میری راہنمائی شعبہ حدیث کی طرف کی گئی۔ لائبریری کا عملہ زیادہ تر مسلمان ہے اور متعاون بھی ہے مخطوطات کی انچارج ایک مسلمان خاتون مس شاکرہ (اسسٹنٹ لائبریرین) جو اس وقت ریٹائر ہوتے

والی ہیں، آپ دکن کے ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ حال پیرس کی نواسی ہیں۔ انہوں نے مخطوطات حدیث دکھانے میں بہت تعاون فرمایا۔ کئی مخطوطات دیکھے ان کا مطالعہ کیا اور ضروری حصے زیراکس بھی کرائے جسے ہم فوٹوسٹیٹ کہتے ہیں (XEROX) زیراکس مشین کا آپریٹر ایک دلچسپ ہندو نوجوان تھا اس کا نام تھا "جاگیردار" اس نے جاپانی زیراکس مشین پر چاک سے لکھ رکھا تھا

"DO Nt "KISS" TOSHiBA Machine"

ہمارے لیے یہ محاورہ نیا تھا۔ ازراہ تفنن اس محاورہ کی وضاحت چاہی تو بولا کہ جناب "SENSiTIVE TOUCH" مراد ہے کہ "چھوؤ مت بابا" اور یوں اسکی بے تکلفی بڑھی تو پاکستان کا حال پوچھنے لگا۔

حیدر آباد میں مخطوطات کا ایک اور ذخیرہ NATIONAL ARCIVES ہے جہاں گورنمنٹ کے قیمتی مواد ات اور دستاویزات محفوظ ہیں اور ساتھ ہی آصفیہ لائبریری کے مخطوطات بھی اب اسمیں منتقل کئے جا چکے ہیں ایک کتاب کی تلاش میں ہم یہاں گئے لیکن متعلقہ آدمی کے نہ ہونے کے باعث مل نہ سکی

حیدر آباد کی چوتھی بڑی لائبریری "سالار جنگ کی لائبریری ہے۔ سالار جنگ نظام حیدرآباد کے وزیر تھے نادر کتابیں اور عجائبات جمع کرنا انکا دل پسند مشغلہ تھا چنانچہ وہ قیمتی کتب اب سالار جنگ لائبریری میں اور نادر عجائبات سالار جنگ میوزیم میں محفوظ ہیں۔ میوزیم کی عظیم الشان عمارت میں ہی دوسری منزل پر لائبریری اور یہ گورنمنٹ کے ایک ہی نظام کے ماتحت ہیں سالار جنگ کی لائبریری میں جناب ڈاکٹر جماعت علی اسسٹنٹ ڈائریکٹر سالار جنگ میوزیم سے ملاقات ہوئی وہ بھی بہت اخلاق سے پیش آئے۔ اور متعلقہ کتب اور مخطوطات دکھانے میں تعاون فرمایا۔ ان لائبریریوں میں نمایاں چیز جو میسر آئی وہ تعاون تھا۔ آپ مطلوبہ کتاب کا حوالہ مطبوعہ فارم پر درج کر کے دیں اور چند لمحوں میں کتاب موجود۔ اور خود اسسٹنٹ ڈائریکٹر صاحب کتاب تلاش کر کے لے آتے تھے۔ تعاون کی ایک اور مثال قابل ذکر ہے۔

میوزیم کیلئے ۲ روپے ٹکٹ مقرر ہے اور لائبریری کیلئے سکالرز کو روزانہ پاس جاری ہونا ہے۔ ایک دن پاس جاری کرنیوالی خاتون دیر سے آئیں تو جناب ڈاکٹر جماعت علی نے جو میوزیم کا راؤنڈ لے رہے تھے مجھے دیکھ لیا اور بغیر پاس ہی اپنے ہمراہ دوسری منزل پر لائبریری میں لے گئے۔

سالار جنگ میوزیم بھی عجائبات سے پُر ہے دور دور سے لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں۔

ان عجائبات کو حیطۂ تحریر میں لانا تو مشکل ہے البتہ ان کے عناوین بیان کیے جا سکتے ہیں۔

مختلف ممالک کے قدیم و جدید ہتھیار اور اوزار، دنیا کی مشہور قوموں اور ملکوں کے پینٹنگ اور فن مصوری کے نادر نمونے۔ ماہرین فن کے تراشے ہوئے قدیم و جدید مجسمے۔ مختلف علاقوں اور زمانوں کی صنعتیں، مختلف وقتوں کے طرزِ معاشرت کے ماڈل۔ اور ملبوسات کے نمونے۔ قدیم قیمتی اور نادر مخطوطات جن کے ورق پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے۔

الغرض اس میوزیم میں ایک دنیا آباد ہے اور یہ عجائب گھر پتھر کے زمانہ سے لیکر ایٹمی دور تک کے نشانات اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ میوزیم دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ ان عجائبات کو جمع کرنے والے کا ذوق نہایت نفیس تھا اور اس مجموعہ پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ بعض عجائبات کی تفصیل آپ بھی سنیں اور محظوظ ہوں۔

مجسموں کے کمرہ میں ایک عورت کا سفید قد آدم مجسمہ ملائم پتھر کا تراشا ہوا دعوتِ نظارہ دے رہا ہے۔ اس کی تراش میں وہ خوبی اور لطافت ہے جو بیان سے باہر ہے۔ نقش ایسے ہیں کہ مجسمہ پر اصلیت کا گمان ہوتا ہے۔ اور انسان بے اختیار کہہ اٹھتا ہے

ع نقش فریادی ہے کسی کی شوخیٔ تحریر کا

ایک اور مجسمہ ایک آئینہ کی طرف پشت کئے کھڑا ہے مگر پشت کی طرف سے اسے ایسا تراشا گیا ہے کہ مجسمے کا سا نقش سامنے کی طرف ہے اور آئینۂ پشت کا نقش ہو بہو ویسا ہی دکھائی دے رہا ہے۔ اور انسان یہ ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یک نہ شد دو شد۔

بعض مجسموں پر ماہرینِ فن نے فنِ تراشی کے ایسے جوہر دکھائے ہیں کہ مجسموں کے چہروں سے واضح تاثرات جھلک رہے ہیں۔ ایک سیاہ پتھر سے تراشی ہوئی رات کے ایک بوڑھے پہریدار کی تصویر ہے جو اندھیری رات میں دائیں ہاتھ میں لالٹین پکڑے ہوئے ایک جگہ سر جھکائے حیرت و استعجاب سے کچھ تک رہا ہے۔ اور یہ تاثر ایسا واضح ہے اور گہرا ہے کہ ماتھے کی لکیریں اور رخساروں کا تناؤ صاف نظر آ رہا ہے۔ بے اختیار ایسے ماہرین فن تراش کو داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

الغرض میوزیم میں ایک "مجسموں کا کمرہ" جو دامن دل می کشد کے مصداق آگے بڑھنے نہیں دیتا مگر سفر طویل ہے اور وقت ناپائیدار۔

(جاری ہے)

مضمون نگار حضرات!
○ خوشخط لکھیں۔ ○ کاغذ کے ایک طرف لکھیں

کلمۂ خیر

بیگم رعنا لیاقت علی خان کا بیان

روزنامہ "ڈان" کراچی کی ۱۰ر جولائی ۸۵ کی اشاعت سے

(ترجمہ) کراچی ۹ر جولائی: احمدی معززین کے پُر اسرار حالات میں قتل اور اس امن پسند جماعت کے سینکڑوں افراد کی گرفتاریوں پر بیگم رعنا لیاقت علی نے شدید رنج اور گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔

یہاں منگل کے روز ایک اخباری بیان میں انہوں نے ان حالات کی معاشرے کے تمام طبقوں کی طرف سے کھل کر مذمت کرنے اور اس ظلم و تشدّد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی اپیل کی ہے۔ بیگم رعنا لیاقت علیخان نے کہا کہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جس وقت جماعت احمدیہ تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کر رہی تھی اس وقت ملاؤں کی یہی اکثریت جو آج ان کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے، قیامِ پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔ دونوں عظیم قائدین احمدیوں کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہوں نے چوہدری محمد ظفر اللہ خان کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کر کے اس کا اظہار کیا اس خوش قسمت دور میں پاکستان جنونی مذہبی ریاست نہیں بنی تھی اور اس وقت نہ صرف مسلمان جن میں شدید مذہبی اختلافات موجود ہیں بلکہ ہندو بھی پاکستان کی وزارتوں پر فائز ہوتے تھے اور اقلیتوں کے حقوق کا پوری کوشش سے تحفظ کیا جاتا تھا۔ اس پر صرف زبانی بیان بازی نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام آزادیٔ ضمیر کا مذہب ہے ہر شخص کے ذاتی عقائد کو تسلیم کرتا ہے۔ ایک اسلامی ملک میں کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا اظہار کس طرح قابل تعزیر جرم بنتا ہے؟ اسلام کے نام پر اس انتہائی غیر اسلامی فعل پر دل خون ہوا جاتا ہے اس سے بڑھ کر اسلام کی مخالفت نہیں ہو سکتی اس بات کے سمجھنے کیلئے کسی گہرے تدبّر کی ضرورت نہیں کہ اگر آج احمدیوں کے خلاف یہ غیر معقول پالیسی اختیار کی جا سکتی ہے تو کل دوسرے فرقوں کے پاس کیا ضمانت ہے کہ ان کے ساتھ یہی غیر اخلاقی اور ظالمانہ سلوک نہیں کیا جائے گا؟ بیگم رعنا لیاقت علیخان نے بیان کے آخر میں کہا عورتوں، اقلیتوں، انقلابی دانشوروں، چھوٹے مذہبی فرقوں اور حکومتی حلقوں سے باہر

سیاستدانوں کی جائز جدوجہد کی دلیرانہ حمایت ہی انسانی حقوق، آزادی تقریر اور آزادی مذہب وضمیر کی ضامن ہے ورنہ ملک وملت کا شیرازہ بکھر جائے گا جس کے تباہ کن نتائج مرتب ہونگے"

مصر کے مسلمان اور عیسائی اپنی گاڑیوں پر مذہبی نعرے آویزاں نہیں کر سکیں گے

قاہرہ (ریڈیو رپورٹ) مصر نے کسی ممکنہ فساد کی روک تھام کیلئے مسلمانوں اور عیسائیوں پر یہ پابندی عائد کر دی ہے کہ وہ اپنی کاروں پر مذہبی عبارتیں اور نعرے نہیں لکھ سکتے۔ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی کاروں پر کلمہ طیبہ لکھا ہوتا تھا اور بہت سے عیسائیوں کی موٹر گاڑیوں پر عربی میں یہ عبارت لکھی ہوتی تھی "خداوند میرا چرواہا ہے" مصر میں اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت ہے تاہم عیسائی اقلیت کی آبادی بھی اچھی خاصی ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۹ر جولائی ۸۵ء)

ولادتیں

- مکرم عطاء الرحمٰن محمود صاحب مہتمم خدمت خلق مرکزیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ۲۴ر اپریل ۸۵ء کو پہلی بیٹی عطا فرمائی ہے حضور نے ازراہ شفقت بچی کا نام "مبارکہ رفعت" تجویز فرمایا ہے۔ نومولودہ مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب آف گھسیٹ پورہ ضلع فیصل آباد کی پوتی اور مکرم عبدالمنان صاحب آف ربوہ کی نواسی ہے۔

- ایڈیٹر خالد مکرم عبدالسمیع خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ۱۳ر جولائی ۸۵ء کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے جس کا نام حضور نے عطاء المنعم تجویز فرمایا ہے نومولود مکرم عبدالرشید خان صاحب نائب تحصیلدار کا پوتا اور مکرم رشید احمد صاحب ربوہ کا نواسہ ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر دو بچوں کو خادم دین، صالح اور لمبی عمر پانے والا بنائے اور وہ والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہوں (آمین)

(مینجر "خالد" ربوہ)

- مجلس خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی کا سالانہ اجتماع ۳، ۴ر اگست ۸۵ء کو باغ ناصر فرینکفورٹ میں اور
- مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا سالانہ اجتماع ۳۰، ۳۱ر اگست اور یکم ستمبر ۸۵ء کو ڈیٹرائیٹ میں ہو رہا ہے۔

احباب کرام سے ان اجتماعات کی کامیابی کیلئے دعا کی درخواست ہے

کوئی منزل کا نشاں ہمسفرو!

کہیں اٹھتا ہو دھواں ہمسفرو؟
کوئی منزل کا نشاں ہمسفرو؟
نقشِ پا جن کے نظر آتے ہیں
وہ مسافر ہیں کہاں ہمسفرو!
ناتوانی کہ قدم اٹھتا نہیں
اور یہ سنگِ گراں ہمسفرو!
ہر گھڑی دشت نوردوں کیلئے
خطرۂ راہزناں ہمسفرو!
دانہ ہے تابِ زر و سیم و گہر
دام ہے حُسنِ بتاں ہمسفرو!
وجہِ آوارگیٔ قلب و نظر
وحشتِ ماہ وشاں ہمسفرو!
دعوتِ دید بہر گام سہی
فرصتِ دید کہاں ہمسفرو!
آبلہ پا ہے جو ناہیدؔ تو کیا
عزم ہے اس کا جواں ہمسفرو

(جناب عبدالمنان ناہیدؔ)

مجلس لانڈھی کورنگی کراچی

٥۔ شعبہ اصلاح و ارشاد کے تحت ۲۳ اور ۲۸ ر اپریل کو ریفریشر کورس منعقد کیا گیا۔ ۲۵ خدام نے شرکت کی ٥۔ ۲۱ تا ۳۰ ر اپریل عشرہ تربیت منایا گیا ٥۔ ۲۶ ر اپریل کو مثالی وقارِ عمل کیا گیا۔ سوا گھنٹہ کے وقارِ عمل میں ۳۳ خدام نے شرکت کی غیر از جماعت دوستوں نے بہت اچھا اثر لیا۔

مجلس وہاڑی: ۳۱ رمئی کو ایک گھنٹہ وقارِ عمل کیا گیا۔

مجلس جھنگڑ سیالکوٹ والا: وقارِ عمل نومبر ۸۴ء میں ۴ مرتبہ، دسمبر ۸۴ء میں ۲ مرتبہ، جنوری ۸۵ء میں ۲ مرتبہ، فروری ۳ مرتبہ، مارچ ۳ مرتبہ، اپریل ۵ مرتبہ مئی ۳ مرتبہ۔ جون ۴ مرتبہ۔

جامعہ احمدیہ میں داخلے کا انٹرویو

امسال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لیے واقفین زندگی طلباء کا انٹرویو انشاءاللہ ۱۷ ر اگست ۱۹۸۵ء کو ہوگا۔

داخلہ کیلئے درخواستیں مقامی جماعت کے امیر یا صدر کی وساطت سے آنی چاہئیں

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

حضرت حکیم نظام جان کا چشمۂ فیض
مشہور دواخانہ رجسٹرڈ
چوک گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ
اور بالمقابل ایوان محمود ربوہ
اب حکیم عبدالحمید رجسٹرڈ درجہ اوّل
کی زیرِ نگرانی کام کرتا ہے
ربوہ فون نمبر ۶۳۸ - گوجرانوالہ فون نمبر ۷۴۸۴۴

اعلیٰ معیار کے زیورات خریدنے اور بنوانے کیلئے
الکریم
جیولرز
ایئر کنڈیشنڈ
فون: ۶۸۵۵۱۱
بازارِ فیصل کریم آباد (چورنگی) کراچی
پروپرائٹر: - میاں عبداللطیف شاہ کوٹی اینڈ سنز

UNIVERSAL
VOLTAGE
STABILIZER
STAVAL S-7
VOLTAGE STABILIZER
UNIVERSAL A-35
FOR
REFRIGERATORS
DEEP FREEZERS T.V. &
AIR-CONDITIONERS
یونیورسل الیکٹرونکس
۲۲ - یٰسین سٹریٹ
ہال روڈ - لاہور فون: ۶۱۷۶۵
۵۷۴۹۰
۳۲۲۷۵۱
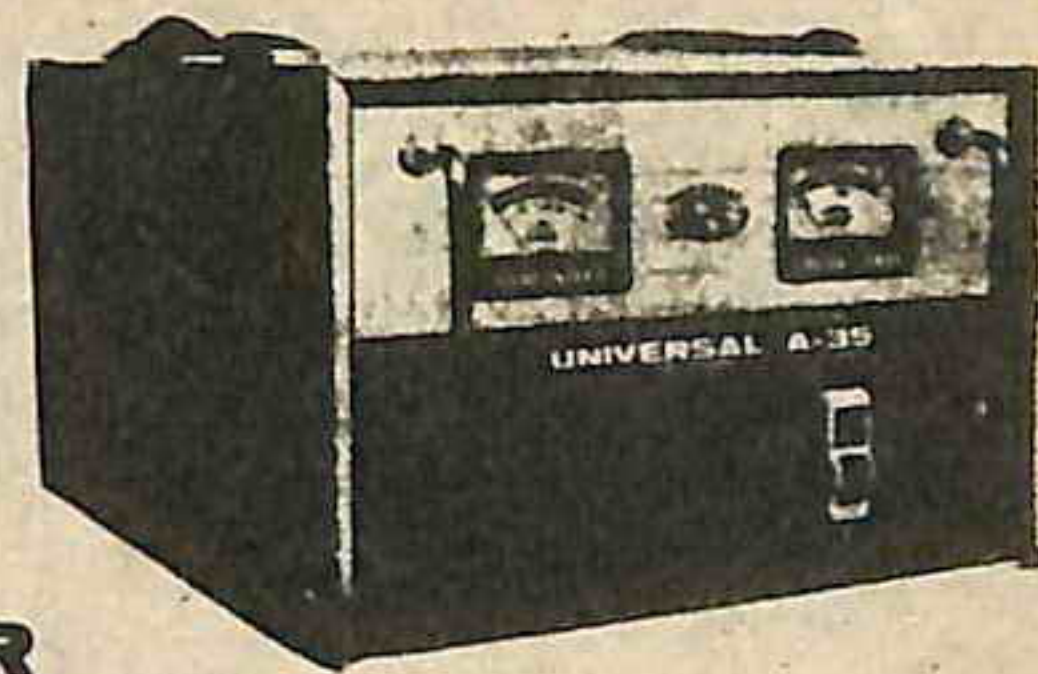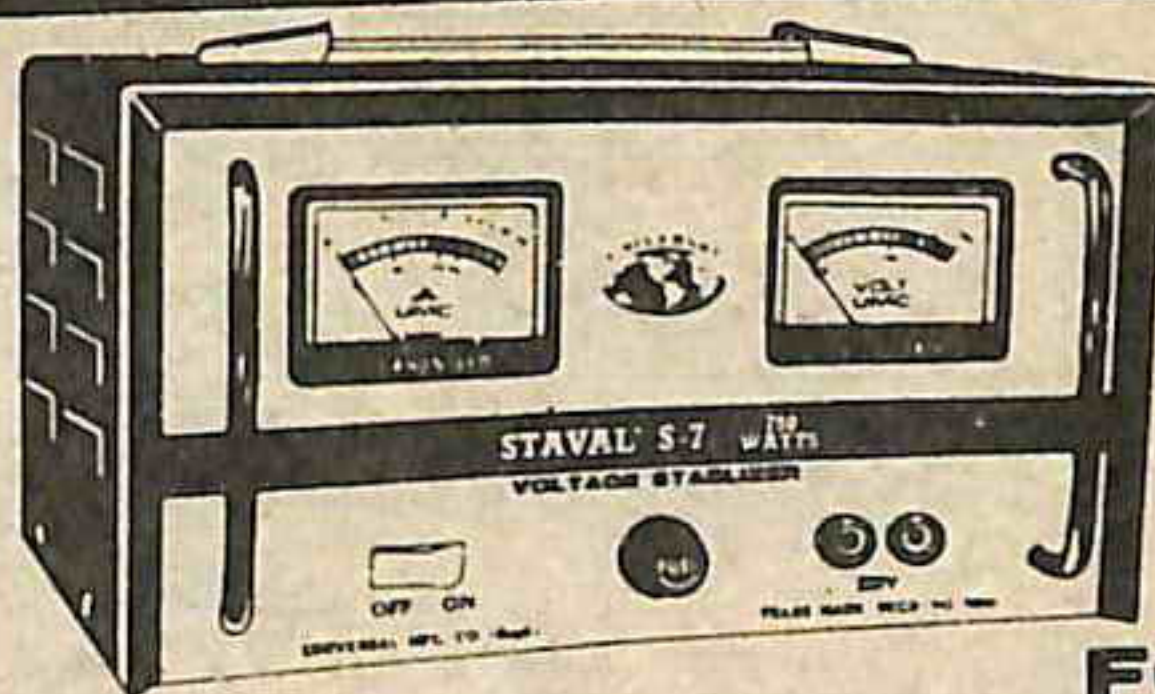
قائد اعظم محمّد علی جناح

عبد القدیر قمر۔ معاون ایڈیٹر

ایک عظیم قائد اور لیڈر کی ایک نمایاں اور اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ وہ دلیر ہو، نڈر ہو حق بات منہ پر کہہ سکتا ہو، اسے نہ شاہوں کا جلال مرعوب کر سکے نہ کشور کشاؤں کا غضب حق بات کہنے سے روک سکے وہ سچّی بات اور سیدھی بات بادشاہ کے سامنے بھی کہہ سکے اور جابر سلطان کے ایوان میں بھی۔

اس معیار پر اگر قائد اعظم کو پرکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ اس میدان کے بے نظیر و بےمثال اور قابلِ صد ستائش شہ سوار ہیں۔ انہیں حق بات کہنے میں ہرگز اس بات کی پرواہ نہ ہوتی تھی کہ اس کے نتیجہ میں عقوبت و سزا بھی ہو سکتی ہے۔

چنانچہ جب ۱۹۰۹ء میں سپریم لیجسلیٹو کونسل (LEGISLATIVE COUNCIL) کی ممبری آپ کو ملی اور کونسل میں حکومتِ جنوبی افریقہ کا وہ ذلت بخش اور غیر شریفانہ طرزِ عمل زیرِ بحث آیا جو اس نے ہندوستانیوں کے ساتھ روا رکھا تھا تو مسٹر گوکھلے نے ایک احتجاجی تجویز پیش کی اور ایک پرمغز مدلّل لیکن نرم تقریر کی۔ کونسل میں پہلی بار مسٹر جناح تقریر کرنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا

" یہ ایک نہایت تکلیف دہ سوال ہے جس نے ہندوستان کے ہر طبقہ اور گروہ کو بے انتہاء مشتعل اور برافروختہ کر رکھا ہے۔ ہر ہندوستانی اس سخت اور سفّاکانہ سلوک سے بہت متاثر ہے"

اس پر لارڈ منٹو نے کہا:

" میں معزز ممبر کو محتاط رہنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ " سفاکانہ " بڑا غیر محتاط لفظ ہے جو انہوں نے استعمال کیا ہے "

اس پر قائد اعظم نے فرمایا:

" ٹھیک ہے مجھے سخت الفاظ سے گریز کرنا چاہیئے لیکن اس کونسل کے آئین و ضوابط سے میں پورے طور سے واقف ہوں اور میں ان سے ایک لمحہ کیلئے بھی دامن نہیں بچانا چاہتا۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں سے جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے وہ انتہائی ظالمانہ ہے کہ ہر شخص اسے محسوس کر سکتا ہے "

اب آئیے قائد اعظم کے سب سے اہم اور دلچسپ واقعہ کی طرف۔ یہ ایسا واقعہ ہے جو

عقلوں کو حیران کردینے والا اور دلوں کو گرمادینے والا ہے۔ یہ ایک ایسا محیر العقول واقعہ ہے جو قیامت تک تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جاتا رہے گا۔ یہ واقعہ حصولِ پاکستان کا واقعہ ہے۔ یہ کٹھن اور ناہموار راستہ جس طرح آپ نے طے کیا ان خاردار وادیوں سے جسطرح آپ دامن بچاکر نکلے اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی حصولِ پاکستان کتنا مشکل مرحلہ تھا۔ اس کا اندازہ لگاتے کیلئے منشی عبدالرحمٰن صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت پڑھیے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"قراردادِ پاکستان سے لیکر تشکیل پاکستان تک قائداعظم نے تن تنہا بدطینت ہندوؤں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں، ہم عصر مسلمانوں کی محاذ آرائیوں انگریزوں کی اسلام دشمنیوں، اور ہندو نوازیوں گاندھی کی مکاریوں، نہرو کی عیاریوں، یونینسٹوں کی غداریوں، فرقہ وارانہ خون ریزیوں، خاکساروں کے حملوں، لندن کانفرنسوں اور انگریز وائسرائوں کی حیلہ سازیوں، شملہ کانفرنس کے فریبوں، کرپس مشن کے سرابوں، کینٹ مشن کے ہمہ تگ زمین جالوں، ملک گیر انتخابات کی سخت ترین آزمائشوں شہروں اور قصبوں کی خاک نوردیوں، راست اقدام اور عبوری حکومت کے مرحلوں کا جس جنون و جذبہ کے ساتھ سامنا کیا اسی نے انگریزوں اور ہندوؤں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔"

(کردار قائداعظم صد۸۲)

اسی بات کا اعتراف برطانوی وزیراعظم مسٹر ایٹلی یوں کرتے ہیں۔

"میں نے اپنے دورِ اقتدار میں جس ناگوار شے کو گوارا کیا وہ برصغیر کی تقسیم تھی۔ مگر ہم لوگ بھی کیا کرتے مسلمانوں کو جنون سا ہو گیا تھا اور کسی بھی دوسری متبادل سکیم کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔" (نوائے وقت ۱۴ اگست ۱۹۷۶ء)

ان یاس انگیز حالات میں جماعت احمدیہ نے جس طرح قائداعظم کے دوش بدوش مل کر کام کیا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ بلکہ تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے رئیس احمد جعفری صاحب لکھتے ہیں:۔

"مسلم قوم کی مرکزیت، پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل پر تشویش، عامۃ المسلمین کی صلاح و فلاح، نجاح و مرام کی کامیابی، تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جماعت حزب اللہ کا داعی اور امام الہند؟ نہیں۔ پھر کیا جانشین شیخ الہند اور دیوبند کا شیخ الحدیث؟ وہ بھی نہیں پھر کون؟ وہ لوگ جن کے خلاف کفر کے فتووں کا پشتارہ موجود ہے۔ جن کی نامسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے، جن کا ایمان جن کا عقیدہ مشکوک مشتبہ اور محل نظر ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

(قائداعظم اور ان کا عہد صفحہ ۳۴۵-۳۴۶)

سو قائداعظم نے اپنوں اور بیگانوں کے وار سینے پر سہتے ہوئے اس منزل کو پالیا جسکی خاطر وہ دن رات جاگا کرتے تھے۔ اس ملک کو حاصل کرنے کے بعد قائداعظم نے وہ طریق بھی بتادیا جس پر چل کر پاکستانی اس کی حفاظت کر سکتے ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"وہ کون سا رشتہ ہے جسمیں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ وہ کونسی چٹان ہے جس پر انکی ملّت کی عمارت استوار ہے وہ کون سا لنگر ہے جس سے امّت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے۔ وہ رشتہ وہ چٹان وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ ...... ایک خدا ایک رسول، ایک کتاب، ایک امّت!"

(کردار قائداعظم صفحہ ۱۵۹)

پھر آپنے قوم کو پاکستان کی حفاظت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"خدا کی قسم جب تک ہمارے دشمن ہمیں اٹھا کر بحیرہ عرب میں نہ پھینک دیں ہم ہار نہ مانیں گے۔ پاکستان کی حفاظت کیلئے میں تنہا لڑوں گا۔ اسوقت تک لڑوں گا جب تک میرے ہاتھوں میں سکت اور میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے۔ مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر کبھی کوئی ایسا وقت آجائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لیے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں اور پہاڑوں میں، جنگلوں میں، میدانوں میں جنگ جاری رکھیں"

اے ہمارے قائد! اس ملک کی حفاظت کیلئے ہم تیرے ساتھ ہیں اور جب تک ہمارے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے۔ ہم اسکی حفاظت کرتے رہیں گے۔ تو کبھی بھی اپنے آپکو اکیلا نہیں پائے گا بلکہ ہر مشکل اور تکلیف کے وقت احمدی اسکی حفاظت کرنے کیلئے ہمیشہ صفِ اوّل میں ہوں گے۔ (انشاءاللہ)

موسم گرما کا آسمانی تحفہ

پھلوں کا بادشاہ

آم

آم موسم گرما کا ایک لذیذ ترین پھل ہے جسکی لذّت سے مشرق کا بچہ بچہ آشنا ہے ۔ پاکستان اور ہندوستان کے عوام الناس میں آم کو جس قدر مقبولیت حاصل ہے اتنی یورپ میں سیب، کو نہیں۔ اسے سنسکرت میں آمر پنجابی اور دوسری ہندوستانی زبانوں میں انب اور فارسی میں انبہ کہتے ہیں۔

تاریخ : آم کا اصلی وطن برِّصغیر پاک و ہند ہے ۔ اس کے علاوہ یہ برما آسام اور ملایا میں بھی پایا جاتا ہے ۔ ہندوستان کی مذہبی تاریخ کے ساتھ اس پھل کو تعلق خاطر رہا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ مہاتما بدھ نے جس درخت کی گھنی چھاؤں تلے نروان حاصل کیا تھا وہ بھی مقدس درخت تھا۔

آم کو ہندوستان سے باہر متعارف کروانے والا ایک چینی سیاح ہوین ژانگ تھا جس نے ۶۳۲ء سے ۶۴۵ء تک ہندوستان کی سیاحت کی ۔ آم کو اس کی صحیح قدر و منزلت مغلیہ دَور میں ملی اور اس عہد میں آم نے ارتقاء کے جس قدر زینے طے کیے وہ اسکی بقاء کیلئے کافی ہیں۔ آج بھی آم کی مختلف نسلوں میں اصلاحات کی جارہی ہیں ۔مگر مغلوں نے اپنے ذاتی اشتیاق اور خداداد ذہانت کی بدولت ایک جنگلی درخت کو اس قدر شرف بخشا اور اس میں ایسی ایسی نسلی تبدیلیاں کیں کہ آج بھی بڑے بڑے ماہرین انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں ۔ شہنشاہ اکبر (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) نے لکھ باغ میں آم کے ایک لاکھ درخت لگوائے بلکہ ان کی باقاعدہ افزائش و پرداخت کرائی اور دنیا کو اس کی نئی نئی اقسام سے روشناس کرایا

تامل زبان میں اس پھل کو "مینگے" کہا جاتا ہے ۔ پرتگالی زبان میں اسے "مینگا" اور انگریزی میں "مینگو" کہا جانے لگا ۔ اہلِ مغرب سے اس پھل کا تعارف تو پندرہویں صدی عیسوی تک ہو چکا تھا لیکن مغرب میں اس کی باقاعدہ کاشت ۱۷۰۰ء سے پہلے نہ ہوسکی ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آم کی گٹھلی (بیج) زیادہ عرصہ تک ذخیرہ نہیں کی جاسکتی تھی اس سال سب سے پہلے اسے برازیل میں کاشت کیا گیا اور ۱۷۴۰ء میں غرب الہند میں یہ کاشت ہوا آج یہ نہ صرف مشرق بلکہ مغرب کا بھی دلپسند اور لذیذ پھل کہلاتا ہے ۔

درخت کی بناوٹ : آم سدا سرسبز رہنے والا درخت ہے اس کی بلندی اوسطاً ۵۰ فٹ ہوتی ہے۔ آم کا درخت لمبی عمر پاتا ہے حتّٰی کہ مغلوں کے لگائے ہوئے وقت کے درخت آج بھی شالامار باغ اور لکھ باغ وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک سخت جان درخت ہے۔ لمبے لمبے پتوں والے اس درخت کا سایہ خاصا گھنا ہوتا ہے۔ موسم بہار کے آتے ہی اس میں سفید ارغوانی رنگ کے پھول آتے ہیں، جنہیں بُور کہتے ہیں۔ پھل مختلف اقسام میں مختلف رنگتوں میں ہوتا ہے۔ عموماً سبز ہوتا ہے اور پکنے پر زرد۔ سبزی مائل زرد اور سرخی مائل رنگت اختیار کر لیتا ہے۔ پھل میں گٹھلی ہوتی ہے جو افزائشِ نسل کی ضامن ہوتی ہے۔ پھل کا وزن ایک چھٹانک سے لیکر سیر بھر تک ہوتا ہے۔ ذائقے میں دنیا کا کوئی پھل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا آم دو طریقوں سے پکتا ہے۔ ایک تو درخت پر سورج کی تمازت سے اور دوسرے توڑ کر مصنوعی گرمی پہنچانے سے اس طریقے کو پال یا پیل ڈالنا کہتے ہیں۔

آم کے درخت کی یہ ایک خاصیت عجیب و غریب ہے کہ اگر اسے کسی دوسری جگہ لے جا کر کاشت کیا جائے تو اس کا پھل اپنے اکثر اوصاف بدل دیتا ہے اور یہ ارد گرد کے درختوں کا اثر کافی حد تک لے لیتا ہے۔ مثلاً اگر اس کے ارد گرد ترش پھل دار درخت ہوں گے تو خواہ اس کی قسم کتنی ہی میٹھے پھل والی کاشت کی گئی ہو کسی قدر ترش ضرور ہوگا

موسم : آم کے لیے معتدل درجہ کی گرم آب و ہوا کی ضرورت ہے۔ شدّتِ سرما سے پتے خشک ہو جاتے ہیں اور شگوفے مرجھا جاتے ہیں اور شدّت گرما سے پھل کی ساخت اور نشوونما میں کمی رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات لُو لگنے سے بُور اور چھوٹے چھوٹے پھل خراب ہو کر گر جاتے ہیں۔ اس کے باوجود آم سمندر سے لیکر پہاڑوں تک پرورش پا رہا ہے۔ گرم مرطوب آب و ہوا کا معتدل ہونا لازم ہے تاکہ بُور زرخیز ہو سکے۔ پودے کی نشوونما کیلئے کم از کم ۸۰° ف کی گرمی ہونا ضروری ہے چونکہ یہ ایک استوائی پھل ہے اس لیے خطِ استوا کے نزدیک اچھا ہوتا ہے۔

پاکستان میں مظفر گڑھ، ملتان، ڈیرہ غازیخان بہاولپور، خیرپور اور حیدرآباد کے علاقے آموں کا گھر ہیں۔

افزائش ۔ آم کی افزائش دو طریقوں سے کی جاتی ہے۔ ۱۔ تخمی، یعنی بیج کے ذریعے اور ۲۔ قلمی یعنی پیوندکاری کے ذریعے۔

تخمی پودا لمبی عمر کا ہوتا ہے اور عموماً دو تین سو سال تک زندہ رہتا ہے یہ سخت جان پودا آم کی گٹھلی سے اُگتا ہے۔ لیکن گٹھلی اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتی کہ یہ وہی نسل تیار کریگی کیونکہ تخمی آم ارد گرد کے اثر لے لیتا ہے۔

پاکستان، ہندوستان، لنکا، آسام، فلپائن اور میکسیکو میں اب بھی تخمی آم بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ جبکہ قلمی آم کاشت کرنے کی طرف باغبانوں کا رجحان بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

قلمی آم دوسرے آم سے پیوند کئے جاتے ہیں اور یوں اس پیوند کاری کے ذریعے دوسرے آم کی نسل حاصل کر لی جاتی ہے یہ آم زیادہ رسیلے اور میٹھے ہوتے ہیں لیکن ان کا پود الکمزور اور چھوٹے قد کا ہوتا ہے۔ یہ پودے موسم کا اثر بہت جلد قبول کر لیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ ایک صدی تک زندہ رہتے ہیں۔ تخمی آم میں ریشہ زیادہ اور گودا کم ہوتا ہے۔ لیکن قلمی آم بآسانی چاقو سے کاٹا جا سکتا ہے۔

اقسام: یوں تو آم کی دو بڑی اقسام تخمی اور قلمی ہیں۔ لیکن ان دونوں گروہوں کی اقسام پانچ سو سے زیادہ ہوتی ہیں۔ ان میں سے سفیدہ، الفانسو، امینی پیری، ثمر بہشت دسہری، زرد آلو، فجری، گولا، لنگڑا، مالدہ ملغوبہ اور رسٹڈ دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ یہ سب اقسام مئی جون سے ستمبر اکتوبر کے دوران میں پکتی ہیں۔

بیماریاں: آم کے درخت کو عموماً کیڑے مکوڑے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں اور پھلوں کو پرندے۔ تیلہ ایک ننھا سا کیڑا ہوتا ہے جو پتوں اور بور پہ حملہ آور ہوتا ہے۔ اور اس کا انسداد ایلڈرین اور البولینیم کو جی ایچ سی میں ملا کر کیا جاتا ہے۔ ایک دوسرا کیڑا "پھلوں کی مکھی" ہے یہ پھلوں میں انڈے دیتی ہے جن سے بچے نکل کر اندر ہی اندر گودا کھاتے رہتے ہیں۔

آم کے درخت کی دوسری بیماریاں "منہ بند گھاؤ" اور "بٹور" ہوتی ہیں منہ بند گھاؤ کی وجہ سے پتوں، ڈنڈیوں، ٹہنیوں اور پھلوں پر بھورے دھبے نمودار ہو جاتے ہیں اور یہ اوپر سے نیچے کی طرف سوکھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ چھوت کی اس بیماری کا علاج متاثرہ حصے جلا کر اور بورڈو مکسچر کے استعمال سے کیا جاتا ہے۔ بٹور میں پھولدار شاخیں ایک مخروط نما گچھے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ جو بعد میں سیاہ ہو کر ان درختوں پر لٹکتا رہتا ہے۔ اس کا انسداد ان گچھوں کو کاٹنا۔ اور آبپاشی کی طرف مناسب توجہ دینا ہے۔

استعمال: کچا آم اچار، مربہ، چٹنی امچور اور مشروبات بنانے میں استعمال ہوتا ہے کچا آم ترش اور صفرا پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ پختہ آم دل و دماغ کو تازگی بخشتا ہے۔ گرم راکھ میں بھونے ہوئے کچے آم کا شربت لُو لگنے کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔ گٹھلی کا گودا قابض ہونے کے باعث مرض اسہال کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ آم کا بور کھانسی کیلئے مجرب نسخہ ہے۔ مصفا خون اور گرمی دانوں کیلئے مفید ہے پکے ہوئے آم سکوائش جوس جیلی اور دوسرے مشروبات بنانے میں استعمال ہوتے ہیں۔

آخری صفحہ

ایک سوال ؟

حضرت حافظ معین الدین صاحب عرف معنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے رفیق تھے۔ ظاہری بینائی سے محروم تھے مگر دل بہت اچھا پایا تھا۔ اور محبت اور ہمدردی کا بے پایاں جذبہ ان کے سینے میں موجزن رہتا تھا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ان کے متعلق یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

"قادیان میں جھڑی لگی ہوئی تھی تازہ تازہ بارش ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے ہر طرف سخت کیچڑ تھا اور اچھا بھلا آدمی بڑی مشکل سے راستے پر چل سکتا تھا۔ مگر میں نے دیکھا کہ حضرت حافظ معین الدین صاحب لاٹھی ٹیکتے گرتے پڑتے نہایت تکلیف سے ایک طرف چلے جا رہے ہیں میں نے پوچھا:

"حافظ صاحب کہاں جا رہے ہیں؟"

انہوں نے جواب میں اپنی عادت کیمطابق پوچھا "کون؟ شیخ صاحب ہیں؟" پھر السلام علیکم کہنے کے بعد فرمایا:

"بھائی ایک کتیا نے بچے دیئے ہوئے ہیں میرے پاس روٹی پڑی تھی۔ میں نے کہا جھڑی کے دن ہیں اس کتیا کو کھانے کیلئے پتہ نہیں کچھ ملے یا نہ ملے۔ میں اس کو روٹی ڈال آؤں"۔

مجھے شرم دلانے کیلئے یہ الفاظ کافی سے زیادہ اثر رکھتے تھے۔ میں نے سوچا نابینا آدمی، راستہ خراب ہے کیچڑ ہے مگر یہ مردِ خدا ایک کتیا اور اس کے بچوں کی بھلائی کے جذبہ سے بیقرار ہو کر اپنی روٹی اس کو دینے جا رہا ہے۔"

حضرت عرفانی صاحب یہ واقعہ بیان کر کے سوال کرتے ہیں کہ:

"ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنے بھوکے بھائی کا بھی اسی جذبہ سے خیال رکھتے ہیں؟"

Monthly **KHALID** RABWAH

Regd. No. L5830 EDITOR ABDUL SAMEE KHAN AUGUST 1985

۲۶ میل مقابلۂ پیدل سفر میں
اوّل آنے والے خوش نصیب خادم
ندیم چوھدری صاحب
حضور سے انعام وصول کر رہے ہیں